- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد
نائب مدیر: حامد رحمٰن
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 98 | 2 شوال تا 2 ذوالقعدة 1432 ہجری۔ یکم ستمبر تا 30 ستمبر 2011ء | شمارہ نمبر 18-17

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مدّعی نبوت کاذب و کافر ہے

اقتباسات از کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائک کا منکر اور بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہذا میں اظہار الحق، خاص و عام اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ نہ میں نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر، بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی'' (اشتہار مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

''ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے''۔ (حمامتہ البشریٰ ص ۸)

''نبوت کا دعویٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے''۔ (ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

''اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے''۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۴۵)

موجودہ صورت حالات کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبُو تم بنو مُشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے پیدا کرتا ہے وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دوں کو ہمت کر کے زیرِ پا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفند یار

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تو دکھاؤ انکسار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیض مت کچھ غم کرو
شدت گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہوگئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں ناامید
آیت لاتیئسو رکھتی ہے دل کو استوار

خطبہ جمعۃ الوداع

فرمودۂ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 26 اگست 2011، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

تشہد وتعوذ کے بعد آپ نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی (8-16) آیات تلاوت فرمائیں۔

ترجمہ: شروع اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے،

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے''۔

''میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لئے ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں''۔

فرمایا کہ:

''آج کا جمعہ ایک بہت اہمیت کا روز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ گھڑیاں بابرکت قرار دی گئی ہیں ان میں ماہِ رمضان کا ہر جمعہ اور یہ آخری جمعہ جس میں لیلۃ القدر جو رمضان کے آخری دس ایام میں آتی ہے، جس کی جستجو اور تلاش تمام لوگ کرتے ہیں، کچھ لوگ اعتکاف میں بیٹھ کر خاص کر عبادات کے ذریعہ اس کو پاجانے کی خواہش میں عبادات کرتے ہیں۔ قرآن کریم جو کہ رمضان المبارک میں نازل ہونا شروع ہوا۔ اس نزول کی ابتداء بھی اس قدر والی رات سے ہوئی اور اس طرح دنیا میں جو تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں ان کا اس عظیم روشنی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے خاتمہ کر دیا۔

ترتیب قرآن:

قرآن کریم کے متعلق سورۃ البقرہ میں آیت ہے کہ ''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا جس میں لوگوں کے لئے ہدایت اور حق و باطل کو الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں موجود ہیں'' یہ قرآن کریم جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ لیلۃ القدر میں پانچ آیات جو سورۃ علق کی ہیں۔ ان پانچ آیات کے ساتھ قرآن کا نزول ہوا تو 23 سال تک تھوڑا تھوڑا حالات اور مواقع کے مطابق قرآن کریم کا نازل ہونا جاری رہا۔ اس میں مختلف مواقع اور مختلف شخصیات کے متعلق آیات کا نزول ہوتا رہا اور رسول کریم صلعم سے وہ سوال جو مسلمانوں نے یا دشمنوں، کافروں، مشرکین اور یہود نے پوچھے ہوتے تھے ان کے جواب میں آیات آتی رہیں اور جب اسلام مدینہ میں پھیلنا شروع ہو گیا۔ اس کو حکومت کا رنگ مل گیا تو مختلف اصول مثلاً حکومت کیسے چلانی ہے؟ کیا نیکیاں ہیں؟ کیا برائیاں ہیں اور ان کی سزائیں کیا ہیں؟ اور ضابطہ حیات کیا ہے؟۔ ان کے متعلق آیات 23 سال تک آتی رہیں گو کہ ضرورت کے مطابق آتی رہیں لیکن قرآن کریم کو اللہ کی ہدایت کے مطابق رسول کریم صلعم نے خود ایک ترتیب دی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت فرمائی۔ جیسا کہ آپ سب واقف ہیں کہ سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات تھیں لیکن اس سورۃ کو 96 نمبر پر رکھا گیا ہے۔ اور سورۃ القلم جو دوسرے نمبر پر نازل ہوئی اس کو 68 نمبر پر رکھا گیا ہے۔ سورۃ فاتحہ جو سب سے پہلے رکھی گئی وہ پانچویں نمبر پر نازل ہوئی اور سورۃ لہب جو بڑی اہمیت کی سورۃ ہے وہ مکہ میں ہی چھٹے نمبر پر نازل ہوئی اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے آخری پارہ میں ان میں اس کا 111 نمبر ہے۔ تو سورۃ لہب کو اس لئے اہمیت ہے کہ شروع شروع میں نازل ہو جانے والی جو آیت ہے جس میں کتنا بڑا

چیلنج ہے۔ کہ اس کا ہاتھ کٹ جائے گا، اس کی بیوی رسے میں بندھ کر مر جائے گی۔ یہ چیز ثابت کرتی ہے کہ قرآن کریم خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ کتنے واقعات ہو سکتے تھے۔ ابولہب ایمان لے آتا، مسلمان ہو جاتا تو جس چیز کا اس کو سامنا کرنا پڑا وہ اس کی قسمت میں نہ آتی بلکہ بہتری آتی۔ اس کی بیوی نہ مری ہوتی اور اس طرح نہ مرتی جیسے کہ قرآن کریم نے بتایا تھا یا وہ اس سوچ کا مالک ہوتا کہ محمدؐ کو غلط ثابت کرنے کے لئے میں ایمان لے آتا ہوں اس کے سارے دعوے ختم کر دیتا ہوں۔ لیکن ایسی توفیق اس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ اور قرآن کی سچائی جو بہت سی سورۃ اور بہت سی آیات سے ثابت ہوتی ہے اس میں سورہ لہب کی بہت اہمیت ہے کیونکہ یہ چھٹے نمبر پر ہے۔ اور پھر اگر ہم سوچیں کہ یہ ترتیب جو دی گئی یہ رسول کریم صلعم نے دی یا بعد میں آنے والوں نے دی۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں خود رسول کریم صلعم نے اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا کر یہ ترتیب دی اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسی ترتیب سے اپنی نمازوں میں سورۃ پڑھتے تھے۔ جو لوگ قرآن حفظ کرتے تھے وہ اسی ترتیب سے قرآن حفظ کرتے تھے اور رسول کریم صلعم کے پاس مسلسل 23 سال تک حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور جتنی سورۃ نازل ہوتی تھیں ان سے یہ سورۃ سنتے تھے اور وہ اسی ترتیب میں سناتے اور آپ 23 سال اسی ترتیب میں سورۃ سناتے رہے۔ تمام نمازوں میں اسی ترتیب سے یہ سورۃ پڑھی گئیں۔ اور ان 23 سال میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دو مرتبہ رسول کریم صلعم سے قرآن سنا اور اسی ترتیب سے سنا لہٰذا یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو ایک سال، دو سال یا 200 سال بعد مسلمانوں نے اپنی ترتیب سے لکھ دی ہو۔

پہلی دعا:

سورۃ فاتحہ کو شروع میں رکھ دینا جس کو ام الکتاب کہا گیا ہے۔ اس میں اس باری تعالیٰ کی ہستی کا تعارف بھی ہے جو ہمیشہ کتابوں کے شروع میں آتا ہے۔ اور اس میں انسان کا اقرار ابدیت بھی ہے اور تمام مدد اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھی شامل ہو جاتا ہے اگر سوچا جائے تو قرآن کریم کی پہلی دعا جو انسان مانگتا ہے وہ ہے **اھدنا الصراط المستقیم** ’’مجھے سیدھا راستہ دکھا دے‘‘ اب یہ سیدھا راستہ کونسا سیدھا راستہ ہے۔ صراط مستقیم وہی راستہ ہے جو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو ہمیں تقویٰ کی راہ پر چلا دے۔ تقویٰ کی راہ سیدھی ہے اس سے کوئی دائیں بائیں ہو جائے تو وہ متقی نہیں رہتا۔ وہ ایک بڑی استقامت پر رہ کر حاصل کرنے والا راستہ ہے۔ اسی لئے **اھدنا الصراط المستقیم** دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ استقامت عطا فرمادے کہ ہم اس راستے کو جو سیدھا راستہ ہے اس کو حاصل کر لیں اور ہم متقی بن جائیں کیونکہ متقی جو ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ کہا ہے اس کو اپنی راہ پر چلنے والا کہا ہے۔ لیکن اب آپ دیکھیں کہ ’’**ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین**‘‘ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس میں متقیوں کے لئے جو ہدایت ہے وہ اسی دعا کا جواب ہے جو اس نے کہا ہے **اھدنا الصراط المستقیم** اور **ایاک نعبد و ایاک نستعین** ’’ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ابدیت اور اس کی عبادت کرنا بہت مشکل کام ہے اور اس کی راہ پر سیدھا سیدھا چلتے رہنا بھی بہت مشکل کام ہے۔ اسی لئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد بھی چاہیے لیکن اگر آپ کہیں کہ ذالک الکتاب وہ کتاب جس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔ تو وہ کتاب کیسے ہوئی ایک یہ کہ یہ وہ کتاب ہے جس کی پیشگوئیاں پہلے نبیوں نے کی تھی۔ جس کی پیشگوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے نبیوں نے اور کئی نبیوں نے کہا کہ ایک کتاب ایسی آئے گی جو آخری کتاب ہوگی۔ ایک نبی ایسا آئے جو آخری پیغام لے کر آئے گا لیکن یہ ایک بہت افسوس کی بات کہ جب وہ نبی آیا جو آخری نبی کہلانے والا تھا تو ایسے لوگ بہت سے پیدا ہو گئے جو اس کے بعد بھی نبی ماننے پر آمادہ ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی پیشگوئی بائبل میں کی گئی۔ جس کا ذکر ہوا کہ جب وہ کتاب آئے اس کو پڑھنے کے لئے پیش کیا جائے گا تو وہ جس کو پیش کیا جائے گا وہ کہے گا میں تو اس کو نہیں پڑھ سکتا۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کی ابتدا ہو چکی ہے اور یہ دعویٰ ہے کہ یہ کتاب مکمل ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کے ساتھ آپ متقی بن سکتے ہو۔ **ھدی للمتقین**۔ اس دن بھی ہمیں ایک دوست ملے انہوں نے کہا یہ تو **ھدی للمتقین** ہے۔ جو آدمی تقویٰ اختیار کرلے اس کو یہ ہدایت دینا شروع کر دیتی ہے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے اس بات میں کہ پہلے ہم متقی بن جائیں اور پھر آپ کو یہ کتاب ہدایت دینا شروع کردے۔

ہاں! یہ ضروری ہے کہ جب آپ تقویٰ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ایسے پہلو آپ پر منکشف کرے گا جو عام لوگوں پر نہیں ہوتے۔ اس طرح متقی ہو جانے کے بعد اور آپ پر جو چیزیں کھلتی ہیں وہ ہم مانتے ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ کتاب صرف متقیوں کے لئے ہے اس کو بہت محدود درجے کی کتاب بنا دیتے ہیں۔ یہ ھدی للناس ہے اس میں تمام لوگوں کے لئے ہدایت لامحدود ہے۔ اور ان کی ہدایت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ اس میں کوئی تبدیلی ہے۔

ہدائیت الٰہیہ

ہدایت کس کو کہتے ہیں؟ ہدایت کا مطلب روشنی ہے۔ اس میں وہ روشنی بھی ہے جس کے ذریعہ آپ اپنی زندگی کو آگے کامیابی سے بڑھاتے ہیں۔ جو رستے میں ٹھوکریں آئیں، رکاوٹیں آئیں، اندھیرے آئیں ان کو روشن کر کے آپ کو یہ رستہ دکھا دیتی ہے۔ اور ایسا رستہ دکھاتی ہے کہ آپ کو منزل و مقصود تک پہنچا کر آتی ہے۔ سب سے بہترین ہدایت وہی دے سکتا ہے جس نے انسان کی تخلیق کی ہو۔ وہ ادیان جو سمجھتے ہیں کہ روحیں خود بخود بنیں، انسان خود بخود تیار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کا ہاتھ نہیں ہے روحیں بنانے میں۔ تو وہ اگر روحیں نہیں بناتا تو اس کو اس مشین چلانے کا حق نہیں ہو سکتا۔ وہ اندر سے سمجھ نہیں سکتا کہ انسان کی کیا ضروریات ہیں۔ تو سب سے اچھا کسی چیز کو جاننا ہے اس کی ہر چیز کو بنانے والا اور اس کو مکمل تیار کرنے والا جانتا ہے کہ اس کے اندر کیا چیز ہے تو وہ قرآن کی ہدایت کے ذریعہ اس کو مہیا کرتا ہے کہ اللہ کی ہدایت ایک کامل ہدایت ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی مخلوقات بنائی ہیں چھوٹے سے چھوٹے خوردبین میں بھی وہ بھی الیکٹرانک مائیکروسکوپ کے نیچے بڑی مشکل سے نظر آنے والے جو زندہ چیزیں ہیں ان سے لے کر بڑے بڑے جانوروں تک ایک ریت کے ذرے سے لے کر بڑی بڑی پہاڑیوں تک اور چاند اور سورج اور اس کائنات تک یہ تمام اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور تمام کو ایک مقصد عطا فرمایا اور تمام کو ایک ہدایت کے ساتھ قائم کیا ہوا ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت کے مطابق ہدایت دی ہے۔ ہر چیز کو کہہ دیا مثلاً سورج کو یہ کہہ دیا کہ تو نے گرمی اور روشنی دینی ہے۔ اور اگر ہم کہیں جانوروں میں شہد کی مکھی کو کہہ دیا کہ تو نے شہد بنانا ہے تو نے ایسے گھر بنانا ہے، کیسے پھول سے جمع کرنا ہے۔ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ ایک چھوٹی سی شہد کی مکھی کیسے کیسے معجزات کی طرح اپنی بستی تیار کرتی ہے اور شہد بناتی ہے۔ کیونکہ اس کو صرف یہ ہدایت ہے۔ مگر انسان اس سے مختلف ہے اور انسان کے لئے ہدایت بہت وسیع ہے۔ اور یہ وسیع ہدایت جو ہے وہ ایک مکمل قرآن کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی۔ جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہ آئے اور انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں ترقیاں کرتا چلا جائے۔ اور باقی جتنی چیزیں بنائی ہیں ان کو محدود سا کام دیا ہوا ہے مثلاً ہوا، پانی، روشنی اور کوئی چیز ہو یا کوئی جانور ہو وہ قابل سزا نہیں ہے۔ پانی کو ایک مقصد دیا گیا ہے۔ اگر پانی زیادہ بارشوں کی وجہ سے یا زلزلے آنے کی وجہ سے سیلابی صورت اختیار کر لیتا ہے یا ایک سونامی برپا کر دیتا ہے تو کوئی پانی کو سزا نہیں دے سکتا کہ تو نے یہ کیا تباہی برپا کر رکھی ہے۔ کتنے شہروں کو اپنے نیچے ڈبو دیا، کتنی بستیاں اجاڑ دیں، کتنے لوگ مار دیئے، ان چیزوں کو سزا نہیں ہے۔ اگر سزا ہے تو صرف انسان کے لئے ہے کیونکہ اس کو ہدایت کے لئے بھی وسیع ہونا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”ہم نے اس کو رستہ دکھا دیا ہے۔ اب وہ چاہے شکر گذار ہے یا ناشکرا ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے کہ ہمارے لئے کیا اچھا ہے، کیا بُرا ہے۔ سچ بولو، نماز قائم کرو، غیب پر ایمان لاؤ۔ تو ہر کوئی کہے گا ہم غیب پر ایمان لائے لیکن غیب پر اس طرح ایمان لاؤ کہ وہ اللہ جو کہ غیب جانتا ہے۔ ایسا کام اس انسان سے سرزد نہ ہو جائے کہ جس سے اللہ ناراض ہو جائے جس پر وہ ایمان لاتا ہے، اس کی خوشنودی اس کا مقصد بن جائے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اگر بن جاتا ہے تو پھر وہ ایمان بالغیب کے مصداق ٹھہرتا ہے۔ اگر وہ فرشتوں کو غیب جانتا ہے تو پھر جو فرشتے اس کے دل میں اچھائی ڈالتے ہیں اور اس پر فوراً عمل کر دینا اس کو ہم ایمان بالغیب کہیں گے۔ تو خدا تعالیٰ نے دو رستے دکھا دیئے ہیں اور ساتھ کہہ دیا ہے کہ تمہاری مرضی کہ ان دو رستوں میں سے کونسا رستہ اپنانا ہے۔ تمہاری مرضی کہ تم شکر گذاروں میں سے ہوتے ہو۔ الحمد للّٰہ رب العالمین کہتے ہو کہ اس نے ہمیں صراط مستقیم پر ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بنو اور اس کا شکر تب ہی ہو سکتا ہے جب اس کی باتوں پر عمل کریں گے۔ اس کی ہدایت پر چلنے والے بنیں اگر ہم اسکے ناشکرے ہو جائیں تو پھر ہمارا ایسا مسلمان ہونا اور نہ مسلمان ہونا برابر ہو جاتا ہے۔

دین میں کوئی جبر نہیں

دھریہ بھی اپنی مرضی کر رہا ہوتا ہے وہ نہیں کہتا کہ خدا نے یوں کہا وہ تو کہتا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں (نعوذ باللہ)۔ لیکن ایک دھریہ بھی چوری کرنے کو برا سمجھ سکتا ہے، جھوٹ بولنے کو برا سمجھ سکتا ہے، دھوکہ دینے کو بھی برا سمجھ سکتا ہے، اور اگر مسلمان ہے تو پھر اس پر زیادہ فرائض لاگو ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ایک طرف یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو مانتا ہوں اور ایک طرف یہ کہتا ہے کہ میں قرآن کو مانتا ہوں اور پھر کہتا ہے کہ میں رسول کریم صلعم پر پورا ایمان لاتا ہوں۔ اور کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی بسر کرتا ہوں، میں اس کا ابد بننا چاہتا ہوں، اس کا بندہ بننا چاہتا ہوں اور پھر وہ نہیں کرتا جو یہ سب حاصل کرنے کے لئے اس کتاب میں ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ اس طرح اس کے ذمہ ذمہ واریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے کسی پر جبر نہ کیا ہے اور نہ کسی اور کو دین کی خاطر جبر کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے ''دین میں کوئی جبر نہیں''۔۔۔۔اب ہدایت کی راہ گمراہ کی راہ سے واضع ہو چکی ہے۔ اس نے دونوں راہیں واضع کر دی ہیں کہ یہ راہ لو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور وہ راستہ لو گے تو ہدایت پاؤ گے اور کسی کو داروغہ بننے کی اجازت بھی نہیں دی کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ دوسروں پر تشدد کرنا، دوسروں کے اوپر ظلم کرنا، ان پر طرح طرح کے فتوے لگا دینا اور اپنے ہی دین کو سمجھ لینا کہ یہی جنت کی کنجی ہے اور باقی سب کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دلوں سے اٹھتا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رستے دکھا دیئے ہیں کہ کس طرح اللہ کا ولی بننا ہے تاکہ وہ آپ کو اندھیروں میں سے نور کی طرف لے آئے گا اور اگر شیاطین کا ولی بننا ہے تو آپ روشنی میں سے اندھیروں کی طرف جائیں گے۔

آپ پر، ہم پر، تمام دنیا پر جو ایک پیغام نازل ہوا وہ ایک بارش کی طرح سب پر نازل ہوا۔ بارش سب پر یکساں گرتی ہے۔ ایسی زمین اگر پتھریلی ہو تو اس میں گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں اُگتا۔ اگر یہی زمین زرخیز ہو تو وہاں سرسبز لہلہاتی کھیتیاں بن جاتی ہیں۔ اس رمضان میں اللہ تعالیٰ کی روحانیات کی بارش ہونا گویا اس کے فیوض و برکات کی رحمت برس رہی ہے اور یہ ہم پر رہ جاتا ہے کہ ہم اس میں سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں تاکہ متقی ہو کر صراط مستقیم پر چلنے والے بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

یہ پیغام ہے آج کا کہ اگر آپ نے صحیح راہوں پر چلنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے غیب پر ایمان لانا ہے۔ اس کی بتائی ہوئی راہ پر ایمان لانا۔ اور نماز قائم کرنی ہے تو وہ صحیح طریقے سے قائم کرنی ہے۔ اس کے لوازمات جس میں صفائی، طہارت کو مدنظر رکھنا اور سب سے ضروری بات کہ اس کے ساتھ فائدہ جو انسانوں کو پہنچتا ہے وہ حاصل کرنا ہے۔ اور پھر اس کتاب پر ایمان لانا ہے۔ کتاب پر ایمان وہ لاتا ہے جو اس کتاب کو پڑھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔ ورنہ جب خدا نے رسول کریم صلعم کو کہا ''اقراء'' تو اس لفظ ''اقراء'' کے ساتھ نبوت کا آغاز بھی ہو گیا۔ آج کل جس کو ہم اسلام کہتے ہیں اس کا آغاز ہو گیا۔ نبوت کا خاتمہ ہو گیا یعنی خاتم النبین آ گئے۔ اسلام آخری مذہب بن گیا۔ جس میں کوئی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی گنجائش نہ رکھی گئی ہے۔ ''اقراء'' سن کر رسول کریم صلعم کانپ اٹھتے ہیں، پسینے آ جاتے ہیں۔ تو کیا یہ پسینے اس لئے آ رہے تھے کہ ان کو جا کر پڑھنا پڑے گا، مناظرہ کرنا پڑے گا، سیکھنا پڑے گا یا اس لئے آ رہے تھے کہ ''اقراء'' مطلب بہت وسیع ہے۔ اس کو پڑھو، اس کو سمجھو، اس پر عمل کرو، اس کے ذریعے زندگی بسر کرو، اور اس کو لے کر آگے چلو، لوگوں تک پہنچاؤ۔ یہ سارا وسیع مطلب ''اقراء'' میں آتا ہے۔ تو ہم جب کہیں کہ ہمارے لئے قرآن پڑھنے کے لئے آ گیا ہے تو اس کو صرف پڑھنے والی دوسری کتابوں کی طرح کتاب نہ سمجھیں کہ میں نے چھ دفعہ ختم کیا، سات دفعہ ختم کیا۔ آپ پڑھنے کے بعد دیکھیں کہ کتنی آیتیں ہیں۔ کتنے اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جن پر آپ کو عمل کرنا چاہیے تھا اور میں کتنوں پر عمل کر رہا ہوں۔ قرآن کو معنے کے ساتھ پڑھتے ہوئے ہر آیت پر رک کر سوچو کہ اس میں کوئی حکم تو نہیں ہے۔ اور اگر اس میں حکم ہے تو دیکھیں کہ ہم اس پر کتنا عمل کرتے ہیں یا بالکل نہیں کرتے۔ اگر نہیں کرتے تو کرنا ہو گا، اگر کسی چیز سے روکا جا رہا ہے تو اس سے رکنا ہو گا تو پھر ہم متقی کہلا سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے روزے قبول فرمائے، اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے، اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور جس تقویٰ کی بنیاد پر یہ قائم ہوئی ہے، اس کے ہر فرد کو تقویٰ کی راہوں پر کامیابی سے سفر کرنے کی مدد فرمائے۔ اور اس کو اندرونی اور بیرونی جو کوئی نقصان پہنچانے والا ہے اس سے حفاظت میں رکھ۔ اے اللہ تعالیٰ اس ملک اور اس کے حکمرانوں یا کسی جابر انسان سے اس جماعت کے کسی فرد کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ہماری جماعتوں میں کچھ مسائل بڑھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور فتح دے دشمنوں پر۔ یا اللہ ہماری سب دعاؤں کو قبول فرما۔ آمین

خدا نافع الناس وجود کو کبھی ضائع نہیں کرتا

خطبہ جمعہ، فرمودہ عامر عزیز الازھری، مورخہ 2 ستمبر 2011، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

’’اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے،

وہ بادل سے پانی اتارتا ہے پھر نالے اپنے اپنے انداز کے موافق بہہ نکلتے ہیں پس سیلاب جھاگ کو اوپر اٹھا دیتا ہے، اور اس میں جسے آگ میں تپاتے ہیں، زیور یا اور سامان بنانے کے لئے اسی طرح جھاگ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال دیتا ہے، سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ پانی جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔ جنہوں نے اپنے رب کی بات مانی ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اس کی بات نہیں مانتے اگر ان کے لئے وہ سب کچھ بھی ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی، تو وہ سب اپنے چھڑانے کو دے دیں، ان کے لئے بُرا حساب ہے، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے‘‘۔

میں نے ابھی آپ کے سامنے سورہ رعد جو قرآن کریم کی 13 سورۃ ہے۔ اس کی آیت نمبر 17 اور 18 تلاوت کی ہے۔

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے مثالوں کے ذریعہ کچھ سبق انسانوں کو سکھایا ہے کہ ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اپنی زندگیوں کو کس طرح نافع الناس بنا سکتے ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی مثال بارش کی دی۔ بارش رحمت کی ایک نشانی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہ جب یہ بارش اترتی ہے اور اس کا پانی نالوں میں بہنے لگتا ہے تو پھر یہی رحمت وقتی طور پر ایک عذاب کی صورت میں یا ایک آزمائش کی صورت پر انسانوں پر وارد ہو جاتی ہے اور وہ پانی سیلاب کی صورت میں جب آتا ہے تو اس پر جھاگ بن جاتی ہے اور اگر دُور سے دیکھیں تو وہ جھاگ زیادہ خوبصورت نظر آتی ہے، سفید رنگ کی ہوتی ہے، ، چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن جھاگ تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ اصل جو اس کے نیچے پانی ہے وہ لوگوں کے فائدے کے لئے ہے۔ یعنی جو نیچے رہنے والی چیز ہے، وقتی طور پر جو دب جانے والی چیز ہے یا وقتی طور پر جو چیز دھندلی نظر آتی ہے اس کی طرف کسی کی نگاہ نہیں جاتی ہے۔ اور جو چیز صرف سامنے ہوتی ہے اور جو لوگ صرف ظاہر پرست ہوست ہوتے ہیں جن کی آنکھ دور تک نہیں دیکھتی وہ اس جھاگ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ دوسری مثال اللہ تعالیٰ نے زیور کی دی ہے۔ جب آپ زیور بناتے ہیں اور زیور دھاتوں سے بنتا ہے اس کو بھی شروع میں گرم کیا جاتا ہے تو یہاں پر الفاظ آتے ہیں کہ جب اسے آگ میں تپاتے ہیں تو اس پر بھی اسی طرح جھاگ آتی ہے اور یہ جھاگ بھی وقتی ہوتی ہے لیکن اس کے نیچے جو زیورات ہیں وہ انسان کو نظر نہیں آ رہا ہوتا۔ لیکن جب وہ جھاگ ہٹا دی جاتی ہے تو اس کے نیچے سے خالص سونا یا باقی دھاتیں وغیرہ نکل کر ہمارے سامنے آتی ہیں۔

پھر آگے فرمایا: ’’اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال دیتا ہے‘‘ بالکل یہی مثال کہ جیسے پانی پر جھاگ آتی ہے اور پانی نیچے بیٹھ جاتا ہے لیکن وہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ اسی طرح حق کی مثال ہے کہ حق بعض اوقات انسانوں کی نظروں سے چھپ جاتا ہے۔ انسان کو سمجھ نہیں آتا وہ جھاگ کے پیچھے جا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو باطل ہے اس کی مثال بالکل جھاگ کی طرح ہے جو وقتی طور پر بہت اچھی لگتی ہے۔ اگر ہم رسول کریم صلعم کی مثال لے لیں تو وہ تمام لوگ جن کے پاس بہت زیادہ طاقت تھی وہ سرداروں کے سردار تھے قبائل کے سردار تھے وہ سب بہت مضبوط نظر آتے تھے۔ اور وہ سب یہی کہتے تھے کہ یہ شخص ناتواں ہے، کمزور ہے، یتیم ہے، ختم ہو جائے گا اور اس کے ساتھ کوئی طاقت نہیں۔ ظاہری طور پر وہ حق

ان کو جھاگ کی طرح نظر آرہا تھا لیکن جھاگ کے نیچے جو اصل خوبصورتی تھی وہ ان کو نظر نہیں آتی تھی۔ آج آپ دیکھیں کہ تمام وہ سرداروں کے سردار جن کے اس وقت بڑے بڑے نام تھے، جو اس وقت بڑے ادیب سمجھے جاتے تھے اور جب وہ شعر کہتے تھے تو کئی کئی سو اشعار انکو زبانی یاد ہوتے تھے وہ سب مٹ گئے۔ ان کے نام بھی محو ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل کی کہ یہ جو تجھے لوگ ابتر سمجھتے ہیں، تجھے ناتواں سمجھتے ہیں، کہتے ہیں اس کا بیٹا نہیں ہے، یہ سب ناکام ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ وہ لوگ جھاگ کی طرح ختم ہو گئے لیکن رسول کریم صلعم کی وہ عظمت اور شان اللہ تعالیٰ نے بیان جو آج رہتی دنیا تک قائم ہے۔ آج تک رسول کریم صلعم کا لایا ہوا دین اصلی شکل میں موجود ہے، لوگوں کی اصلاح کے لئے موجود ہے۔ اور وہ اسی طرح لوگوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے جس طرح رسول کریم صلعم کے دور میں اس نے پہنچایا تھا۔ لیکن وہ لوگ جو اس کو مٹانے کے درپے تھے وہ سب کے سب ختم ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اس کی مثال دی ''پس وہ جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ پانی جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نافع الناس لوگوں کو جو انسانوں کی فلاح کے لئے کام کرتے ہیں، انسانوں کی بہبود کے لئے کام کرتے ہیں وہ اس جھاگ کی طرح ختم نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں ٹھہرائے رکھتا ہے اور زمین کے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

آجکل میڈیا کا دور ہے ہم اکثر و بیشتر دیکھتے ہیں۔ ایسے ایسے علماء نظر آتے ہیں جن کی باتوں میں شیرینی ہوتی ہے۔ لیکن وہ وقت کے ساتھ اس طرح غائب ہو جاتے ہیں جس طرح یہ جھاگ غائب ہو جاتی ہے کیونکہ تقویٰ صداقت اور دیانت نہیں ہے۔ یہی ایک آیت ہے جس سے ہم یہ ایک معیار قائم کر سکتے ہیں کہ کسی شخص کی سچائی اور کسی شخص کی حق و صداقت کو دیکھنے کے لئے یہ آیت اللہ تعالیٰ نے ہمیں بطور ایک مثال کے دی ہے۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کام کے لئے کھڑا کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں قائم رکھے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لوگوں کے فائدہ دینے والا ہوتا۔ اور جو لوگ حق و صداقت کو چھپانے کی کوشش کریں گے یا اس کو مٹانے کی کوشش کریں گے ان کا نہ نام ہو گا وہ دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ وہ جھاگ کی طرح ختم ہو جائیں گے۔

حال ہی میں ایک شخص نے مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمارے ایک ممبر جماعت نے بتایا کہ ان کے آپس میں اکثر و بیشتر مناظرے اور مباحثے چلتے رہتے ہیں۔ یہ ہم مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ہم مناظروں اور مباحثوں میں اپنا وقت ضائع کرتے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ایک مثال کے ذریعہ سمجھا دیا ہے کہ کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو بحث و مباحثہ اور مناظرے میں وقت ضائع کرنے کی۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو خود بخود زمین میں قائم کرے گا اور وہ اس جھاگ کی طرح نہیں ہو گا کہ چند دنوں کے لئے صرف نظر آئے اور اس کے بعد ختم ہو جائے گی۔ اللہ اس کو زمین میں ٹھہرائے رکھے گا۔ خدا اس کو خود بخود دبچائے گا۔ جو اس کے ذمے مشن ہو گا، جو اس کے ذمے کام ہو گا وہ اس کو پورا کرے گا۔ اسی سے آپ کو اس کی صداقت اور حق نظر آجائے گا۔ ضرورت ہی نہیں ہے کسی بحث میں جانے کی۔ ہمیں رسول کریم صلعم کی سچائی کو ماننے کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے، کسی سے مناظرے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول کریم صلعم کا لایا ہوا دین اور ان کی لائی ہوئی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ ان کا نافع الناس ہونا، اس دین کا انسانوں کو فائدہ پہنچانا، یہ ایک اتنی بڑی خود مثال ہے اتنی بڑی صداقت کی نشانی ہے کہ کسی اور نشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے عربوں اور آج کے عرب کی حالت کو دیکھ لیں اور جو جہالت کے دور کے لوگ تھے اور اسلام کے آنے کے بعد ان کی حالت کیسے بدل گئی۔ تو ضرورت نہیں ہے کسی بحث کی۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کھڑا ہو گا وہ اپنے کام کے ذریعے سے پہچانا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہی لوگوں کو قائم رکھوں گا جو کام کرنے والے ہوں گے۔ یاد رکھیں کہ علوم دو طرح کے ہیں ایک علوم وہ ہیں جو تعمیری علوم کہلاتے ہیں اور دوسرے تخریبی علوم ہیں۔ تخریبی علوم وہ ہیں جو صرف اور صرف نقطہ چینی تک محدود ہوتے ہیں۔ لوگ صرف ایک دوسرے پر نقطہ چینی کر رہے ہوتے ہیں اور کوئی

کام نہیں کرتے۔ آپ دیکھیں رسول کریم صلعم کی ذات پر کتنی کتابیں لکھی گئیں۔ آپ پر لوگوں نے نقطہ چینی بھی کی۔ آج بھی لوگ آپ کی زندگی پر اعتراضات کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ علم ہے جو صرف اور صرف تخریب لاتا ہے مگر تخریبی علم خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسرا تعمیری علم ہے وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے، لوگوں کو بدلنے کے لئے اور لوگوں کی حالت میں تبدیلی لانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو ہمیشہ قائم و دائم رہتا ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کی صداقت، اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صداقت، انبیاء کی صداقت، مجددین کی، مصلحین کی اور محدثین کی صداقت نظر آتی ہے۔ اس کی ایک مثال حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہے جب آپ نے چودھویں صدی کے مجدد اور مصلح ہونے کا دعویٰ کیا تو آپ نے ایسی چند باتیں کہیں۔ جو لوگوں کو اس وقت ایسے نظر آتا تھا کہ یہ شخص فتنہ اندازی کر رہا ہے۔ اور ایک جھاگ اٹھی تکفیر کی اور مخالفت کی۔ مثلاً آپ سب سے پہلے جہاد کا مسئلہ لیں۔ جب آپ نے یہ کہنا شروع کیا کہ جہاد کی وہ تعریف جو مخالفین کر رہے ہیں یہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گی۔ اور اصل جہاد یہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور رسول کریم صلعم کی تعلیم لوگوں تک پہنچائیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جہاد کا انکاری ہے۔ کفر کے فتوے دیئے جا رہے تھے کہ یہ جہاد کا منکر ہے۔ آج سب کے سب لوگ کہتے ہیں کہ جہاد وہ نہیں ہے جو علماء کہتے تھے۔ اسلام میں تو تشدد نام کی چیز ہی نہیں ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ہر شخص جو کلمہ گو ہے وہ مسلمان ہے۔

تمام امت مسلمہ کو دیکھ لیں یہاں تک کہ امام کعبہ اور سعودی عرب کی حکومت تک سب کو فتوے دینے پڑے کہ یہ جو مسلمانوں میں جہاد کا تصور ہے وہ غلط ہے۔ اور یہی بات اس شخص نے جو اللہ کی طرف سے آیا تھا 100 سال پہلے اس نے یہ کہا تھا کہ جہاد سے مراد خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا اور دوسروں کے لئے نافع وجود بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو لوگوں کے فائدے کے لئے ہے اس کو اللہ تعالیٰ قائم و دائم رکھے گا۔

دوسرا ایک اور مسئلہ ہے جو شہید صحافی سلیم شہزاد کی کتاب Inside Al Qaeda میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی آج بھی انتظار میں ہے کہ 2012 میں مہدی و مسیح آئے گا ہم سب اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ وہ تمام دنیا پر اسلام کو پھیلا دے گا۔ سب جگہ سے کفر ہٹ جائے گا۔ وہی تصور جو کئی سو سال پہلے سے لوگوں کے دماغوں میں بیٹھا ہے جس نے اتنا نقصان پہنچا دیا ہے آج بھی وہ اسی تصور کو لیئے بیٹھے ہیں۔ یہ سب جھاگ ہے۔ حقیقت کو ماننا ضروری ہے۔

پھر ایک اور چیز ہے ''تکفیر بازی'' کہ ہر شخص دوسرے کو کافر سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ مجدّد کی ایک جماعت ''جماعت ربوہ'' تو تکفیر بازی میں سب سے آگے بڑھ گئی ہے۔ خدا انہیں ہدایت دے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس زمانے میں لوگوں کو کہا کہ اس چیز سے رک جاؤ جو شخص کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اس ایک نقطے پر آپ اکٹھے ہو جائیں تو مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے جس سے مسلمانوں کو نقصان ہو رہا ہے، امت کو نقصان ہو رہا ہے اس سے بچ جائیں گے لیکن کسی نے نہیں سنا۔ ایسے ایسے فتوے ہیں کہ آپ کتابوں میں پڑھیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ اگرچہ آج بھی ہماری حالت وہی ہے کہ ہم چھوٹی سی چھوٹی باتوں پر تکفیر بازی، ایک دوسرے کو کافر کہنا، دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا یہ ہماری عادت شروع سے ہے لیکن اس سے جو نقصان پہنچا اس کو آج آہستہ آہستہ قوم سمجھ رہی ہے۔ ایک شخص دوسری مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے 1923ء میں اپنے خطبہ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا کہ ہماری جماعت میں نکتہ چینی بہت زیادہ ہو گئی ہے لوگ کام کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ تو آپ نے جواباً کہا کہ اصل سچائی یہ ہے کہ اگر آپ نے کامیابی حاصل کرنی ہے تو صرف آپ کے کام سے کامیابی مل سکتی ہے۔ اگر آپ کام کرنے والے نہیں ہیں صرف بیٹھ کر باتیں کرنے والے ہیں اور آپ سمجھیں کہ آپ کامیابی بھی حاصل کر لیں گے تو یہ دنیا کا اصول نہیں ہے اور یہ خدا کا اصول بھی نہیں ہے۔ جو لوگ کام کرنے والے ہوں گے انہی کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا۔ اور جو لوگ کام کرنے والے نہیں ہوں

گے ان کو وقتی طور پر فائدہ ہوجائے گا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد سب کا سب ضائع ہوجائے گا۔ عملی طور پر کام کر کے دکھائیں۔ یہی کام کر کے دکھانا ہے جو ہمارے ذمہ لگایا گیا کہ قرآن مجید کی تعلیم کو دنیا تک پہنچانا ہے، غیر مسلموں تک پہنچانا ہے اور سب سے پہلے اس پر خود عمل کرنا ہے۔ ایک جگہ مولانا صاحب فرماتے ہیں جس کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیے وہ کہتے ہیں کہ پرانی کتابیں علم کا ذریعہ نہیں رہ جاتیں، آہستہ آہستہ ان کا وقت پورا ہوجاتا ہے۔ سوائے الہامی کتابوں کے۔ الہامی کتابیں صرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں، ان کے اندر تبدیلی نہیں آسکتی، ان کے اندر سچائی موجود ہوتی ہے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ جو باقی لٹریچر ہے وہ وقت کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہماری جماعت، ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ نئی کتابیں پڑھیں، نیا علم سیکھیں اور نئی کتابیں اور نیا لٹریچر پیدا کریں۔ اس لئے ہمیں نئے لٹریچر کی طرف ہماری توجہ ہونی چاہیے۔ دنیا جس طرح بدلتی ہے اسی طرح آپ دنیا کے لئے نیا لٹریچر لے کر آئیں۔ اسلام کی سچائی اسی طرح قائم و دائم رہے گی۔ یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اس زمانے کے مطابق اجتہاد کے ذریعے اسلام کی تعلیم کو کس طرح جدید انداز میں پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو علم رکھا ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جب کہا کہ آپ تمام دنیا کے لئے تمام جہانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم میں اللہ تعالیٰ نے جو قوت رکھی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رہے گی۔ اور یہ صرف ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو امت محمدیہ کے افراد ہیں، اس کے فقہاء پر ذمہ داری ہے کہ وہ اس علم کو کس طریقے سے جھاگ نہیں بننے دیتے۔ اور اس کو وہ اسی طرح قائم و دائم رکھیں گے اگر انہوں نے اس کو جھاگ کی طرح بنا دیا تو وہ اپنا نقصان اٹھائیں گے یہ علم تو اسی طرح رہے گا۔ قرآن مجید میں کلام ہے وہ اسی طرح رہے گا صرف فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے وہ لوگ محروم ہوجائیں گے جو اس کو جھاگ کی طرح سمجھیں گے۔

پھر کہا کہ اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔ اللہ مثالوں کے ذریعہ سے سمجھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ آپ کو ایک ایک لفظ کھول کھول کر سمجھاتا ہے بلکہ مثالیں ہیں۔ ان مثالوں کے ذریعہ سے آپ کو سمجھنا چاہیے کہ آیا ہماری زندگی وہ اس جھاگ کی طرح ہے جو کہ کل ختم ہوجائے گی یا اس پانی کی طرح ہے جو اس جھاگ کے نیچے ہے جو زمین کو بھی سیراب کرتی ہے اور انسانون کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی طرف غور و فکر کرنا چاہیے۔ پھر آگے کہا کہ جنھوں نے اپنے رب کی بات مان لی ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اپنے رب کی بات نہیں مانتے اگر ان کے لئے وہ سب کچھ بھی ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی تو وہ سب کچھ اپنا چھڑانے کے لئے دے دیں ان کے لئے پھر بھی برا حساب ہے۔ یعنی جو اللہ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں اور وہ لوگ اور جو اس کی بات نہیں مانتے ان میں فرق اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ جو نہیں مانتے ان کی مثال اس جھاگ کی طرح ہے جو ختم ہوجائے گی اور جو لوگ ماننے والے ان کو اللہ تعالیٰ اجر سے اور اپنے ثواب سے محروم نہیں رکھے گا۔ آپ دیکھیں اگر سیلاب آجائے جو آج بھی ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں ہے۔ آپ اپنا سارا کچھ فدیہ بھی دے دیں تو آپ اس کو روک نہیں سکتے وہ آپ کو ساتھ لے کر ہی جائے گا۔ آپ سب نے سنا ہوگا کہ کوہستان کے اندر ابھی سیلاب آیا ہے۔ پانی کا ایک ریلہ پورا کا پورا گاؤں ساتھ بہا کر لے گیا ہے۔ ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے اور استغفار مانگنی چاہیے۔

اس لئے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے ذمے کام ڈالا ہے کہ ہم نے نافع الناس وجود بننا ہے۔ لوگوں کے فائدے کے لئے کام کرنا ہے۔ انسانوں کی فلاح کے لئے کام کرنا ہے۔ انسانوں کی فلاح کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو اور رسول کریم صلعم کے لائے دین کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ کیونکہ یہ خود بخود لوگوں کی اصلاح اور لوگوں کے فائدہ کا کام کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر علم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

تصوف اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

از: قاری غلام رسول صاحب

صفائے قلب اور خلوص نیت کے ساتھ قرآن وسنت کی غیر مشروط پیروی کا نام تصوف ہے۔ جو شخص اپنی صورت وسیرت اور ظاہر و باطن میں اسوہ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر اپنا لے وہ صوفی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا نظام قائم ہوا اور اسلام کی توسیع وتبلیغ اور اشاعت ہوئی تو مختلف ضروریات کے تحت مختلف علوم وفنون ایجاد ہوئے جن لوگوں کو خدمت قرآن اور اس کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کا موقع ملا وہ حافظ قاری اور مفسر کہلائے جن کو حدیث کی ترتیب وتدوین اور اشاعت کی توفیق ملی وہ محدثین کہلائے جن کو اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکامات کی عقلی ونقلی حکمتیں بیان کرنے اور غیر مسلموں کے اعتراضات کے جواب دینے اور اسلام کی حفاظت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی یہ لوگ متکلمین کہلائے۔ جن لوگوں کو قرآن وحدیث سے مسائل کے استنباط اور استخراج کے لئے کام کا موقع ملا یہ لوگ فقہاء کہلائے۔ اور جن لوگوں نے انبیاء کرام کے طریقہ پر لوگوں کی عملی تربیت اور اصلاح اخلاق واحوال اور تزکیہ نفس اور طہارت قلب کیا یہ لوگ صوفیا کہلائے۔ یہ لوگ درحقیقت دین کے وارث اور رسول اللہ صلعم کے نائب اور روحانی خلیفہ ہیں۔

صوفی کی نسبت اصحاب صفہ سے ہے، وہ صحابہ کرامؓ جو دینی تعلیم وتربیت کے لئے مسجد نبوی کے ساتھ رہتے تھے اور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر فیضان نبوت براہ راست حاصل کرتے تھے یہ لوگ اصحاب صفہ کہلائے۔ مسجد نبوی کے ساتھ اسلام کی یہ اولین دینی درسگاہ تھی۔ جس کے طلباء اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ تصوف صفاء سے ہے وہ لوگ جو تزکیہ نفس اور مجاہدہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں صفِ اول پر ہوتے ہیں ان کو صوفی کہتے ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث جبریل میں جس احسان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا وہ درحقیقت تصوف ہی کا نام دوسرا نام ہے۔ چنانچہ جب سائل نے پوچھا اے اللہ کے رسول احسان کیا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو کم از کم یہ کیفیت ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرائض نبوت بیان کئے گئے ہیں ان میں ہر جگہ تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیہ نفس کو بیان کیا ہے۔ تو حدیث میں جس چیز کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کو تزکیہ نفس اور تصوف کہتے ہیں۔

تمام صوفیا کرام متفق ہیں کہ تزکیہ نفس اور مجاہدہ شریعت پر پابندی اور استقامت سے مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے انوار وتجلیات بندہ مومن کے دل پر نازل ہوتے ہیں اور بندے کو خدا تعالیٰ کا مکالمہ ومخاطبہ نصیب ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ترجمہ: ''وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کی۔ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان پر کوئی خوف و حزن نہیں اور ان کو جنت کی بشارت دیتے ہیں''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ''الہام خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں کا وصف ہے اور بغیر الہام استدلال کرنا راندہ درگاہ کی علامت ہے۔ (تزکرۃ الولیاء)

حضرت مجدد الفثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
قرآن وسنت کے بعد تیسرا اصل الہام ہے (مکتوبات مجدد الفثانی)

بانی سلسلہ قادریہ حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اے بدعتی خدا تجھے غارت کرے کیا ہمارا خدا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ خود کہے کہ میں خدا ہوں، ہمارا خدا متکلم ہے اس کی کلام سنائی دیتی ہے۔ وہ گونگا نہیں۔ (الفتح الربانی)

امام الاولین والا آخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ پر وحی نبوت ختم ہوگئی اس کے بعد وحی ولایت اور الہام رویا صالحہ اور مبشرات کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ یہ درحقیقت فیضان نبوت ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے آپ کے سچے پیروکاروں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو انوار نبوت سے یکسر محروم ہے۔

اسی فیضان نبوت کو جو تصوف کا درجہ کمال ہے۔ اہل معرفت کبھی الہام کے نام سے پکارتے ہیں اور کبھی وحی ولایت اور مبشرات رویائے صالحہ اور کبھی اس کو جزوی نبوت اور ناقص نبوت اور ظلی و بروزی نبوت کہتے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس کو مکالمہ ومخاطبہ الہیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سب انوارِ نبوت اور فیضان نبوت کی مختلف تعبیریں ہیں ورنہ نبوت ختم ہوگئی ہے۔ ہر نبوت را بروشد اختتام چودھویں صدی کے آغاز میں جبکہ ہندوستان تمام مذاہب کے لئے میدان جنگ بنا ہوا تھا خصوصاً نیچری لوگ جو دعا سے انکاری تھے اور دہریہ جو خدا کی ہستی کے منکر تھے اور پادری لوگ جو عیسائیت کو غالب کرنا چاہتے تھے اور خود مسلمانوں میں بے شمار فرقے وجود میں آ چکے تھے اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں بے شمار بدعات ورسومات داخل کی جا چکی تھیں اسی طرح آریہ اور ہندو لوگ اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ بے شمار مسلمان عیسائیت کی طرف جا رہے تھے اور پادری انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور ہمارے نبی عیسیٰ مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں لہذا تم زندہ کی طرف آؤ۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر رحم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید واحیاء کے لئے بشارتوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور قیامت تک زندہ نہیں۔ ہمارے آقا ومولیٰ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی شریعت اور اس کی زندہ برکات ہمیشہ جاری ہیں اور تمام مذاہب اپنی برکات کھو چکے ہیں اور مجھے اسلام کے روحانی غلبہ کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف عطا فرمایا اور میں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خلیفہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے تا میں اسلام کو دلائل و براہین کی رو سے غالب کروں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کے اس اعلان سے مذہبی دنیا میں ایک انقلاب آ گیا۔ آپ نے 80 اسی سے زیادہ عربی، اردو اور فارسی کتب تحریر فرمائیں اور ہر مذہب والوں سے مناظرے کیے اور ثابت کر دیا کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور میں اس زمانہ میں اسلام کی روحانی طاقتوں کا علم دیا گیا ہوں لہذا ہر مذہب میرے ساتھ مقابلہ کرے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب اہل طریقت اور صوفیا کے بھی امام تھے اور اہل شریعت علماء کے بھی امام تھے۔ آپ نے شریعت وطریقت میں وہ تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے کہ باطل بھاگ گیا اور حق غالب آ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں اس زمانہ میں نبوت محمدی کا زندہ گواہ ہوں اور نائب رسول ہوں چنانچہ جس شخص نے بھی آپ سے مقابلہ کیا آخرکار وہ ہلاک ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اسلام کو ہر میدان میں فتح عطا فرمائی۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی روشنی میں ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابعداروں کو اپنے کلام سے نوازتا ہے۔ اور انہیں اپنے مکالمہ ومخاطبہ سے شرف فرماتا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا نبوت ختم ہوگئی مگر مبشرات جاری ہیں۔ پوچھا گیا۔ اے اللہ کے رسول مبشرات کیا ہیں فرمایا رویائے صالحہ۔ بخاری رویائے صالحہ ومبشرات کا دوسرا نام کشف والہام بھی ہے۔ جو صوفیا کرام کی معراج ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی کلمہ اور کوئی نماز نہیں ہوسکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

مقاصد اسلام پر مسز سروجنی نائیڈو کی تقریر

اسلام کے حضور ہندومت کا خراج تحسین

آپ لوگوں کو میری اس جرات پر حیرت ہوگی کہ میں ایک غیر مسلم عورت اور اسلام کے مقاصد عالیہ پر تقریر کرنے کھڑی ہوئی ہوں۔ دراصل میری یہ تقریر ایک خراج تحسین ہے جو میں اپنے مذہب (ہندو) کی طرف سے دین اسلام کی نذر کرتی ہوں۔

حضرات! مقاصد حیات اور راز ہستی کو مختلف اقوام نے مختلف عنوان سے حل اور تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ یونانیوں کی قومی خصوصیت تھی۔ علم و دانش آدمیوں کی سیاست وسطوت، ایرانیوں کی شان وشوکت، ہندوؤں کی فلسفہ اور تصوفِ اسلام کی خصوصیات کیا ہیں؟ مشرق سے مغرب تک پہاڑوں، ریگستانوں اور سمندروں میں اس کی فتوحات کا راز کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں اسلام کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ اسلام دنیا کو اعلیٰ ترین قسم کی جمہوریت کا سبق پڑھانے آیا ہے۔ اسلام اس مساوات کی تعلیم کرنے آیا ہے کہ شاہ وگدا کی تمیز باقی نہ رہے۔ اس تعلیم کی بدولت اسلام کو تمام ادیانِ باطل سے ممتاز وارفع واعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔ خود ہمارا مذہب بھی انہیں عام ادیان میں داخل ہے جس نے خاص خاص ذاتوں کے لئے آزادی کو مخصوص کر رکھا ہے۔ اور ذاتوں کو دائمی غلامی کا طوق پہنا رکھا ہے عورتوں کو جو مرتبہ اسلام نے بخشا عورتوں کی نہ صرف ہستی بلکہ اہمیت تسلیم کی ہے۔ اور تمام شہری حقوق انہیں عطا کئے ہیں۔

اسلام کی جمہوریت وحریت آج سبق لینے کے لائق ہے۔ جمہوریت میں سیاسی معنوں میں نہیں کہتی بلکہ عام معنوں میں بلاتخصیص اسلام نے جب ہسپانیہ میں قدم رکھا تو ملکی عیسائیوں کو ان کے دماغی، مذہبی اور روحانی اثر سے محروم نہ کیا۔ مفتوحین کو ہر قسم کی آزادی دی۔ عرب فوج یلغار کرتی ہوئی فرانس کے دروازے پر پہنچی تھی تو کیوں؟ کس لئے؟ فتح وظفر ملک ودولت کی غرض سے نہیں۔ ملک گیری اسلام کا عارضی مقصد رہا ہے۔ اس کا اصلی مقصد حریت وآزادی کی اشاعت عمومی اور غلامی کا استیصال ہے۔ آج کل ہم ملکی طاقت کے لئے مرتے ہیں۔ علاقوں اور زمینوں کا رونا روتے ہیں۔ مگر اسلام کا مطمع نظر کوئی صوبہ یا خطہ نہ تھا۔ بلکہ اس کا مقصد ساری دنیا کی نجات تھا۔ مسلم داعی یہی دھن لے کر ملکوں ملکوں مارے پھرتے تھے۔ کیا مسیحی مشنری ہندوستان میں صرف تبلیغ مذہب کا مقصد لے کر آتے ہیں؟ عربوں نے صرف ملک اور زمینیں فتح نہیں کیں بلکہ دل ودماغ فتح کئے ہیں۔ انہوں نے قوموں کے لٹریچر اور خیالات کو متاثر کیا ہے۔ زبان فارسی کو اس قدر شیریں نازک اور لطیف اور خوبصورت کس نے بنایا؟ اسی آریائی اور سامی اختلاط وامتزاج نے، انہیں عربوں کے فیضان نے فارسی کو حافظ وخسرو جیسے شعرا کی دولت بخشی۔ مسلمان بھائیو ہمارے وہم وخواب (فلسفہ) کو حقیقت کا جامہ تمہیں نے پہنایا۔ اور ہمارے افکار وتخیلات خالیہ میں حرکت وجان تمہیں نے ڈالی۔ آؤ ہم ناگوار تاریخی شکوہ وشکایت کو دلوں سے محو کر دیں۔ برائیاں بھلا دیں۔ اور ان احسانات کو یاد کریں جو اسلام نے ہماری زبان اور ہمارے لٹریچر کے ساتھ کئے ہیں۔ اسلام نے ہمیں ایک ایسی پیاری زبان اردو بخشی ہے جو ہندو ومسلم اتحاد کی ایک غیر فانی یادگار ہے۔ ہندوستان کے جس حصے میں چلے جاؤ تم قومی اتحاد کی یہ یادگار کسی نہ کسی حالت میں ضرور پاؤ گے۔

یہ پین اسلامزم وعالمگیر اسلامی اتحاد کیا ہے؟ میں یہ لفظ سیاسی معنوں میں استعمال نہیں کرتی بلکہ معاشرتی اور جماعتی مفہوم میں یہ وہ عنصر ہے جو اسلامی زندگی کا جزوِ لاینفک ہے۔ انگلستان جاؤ تو دیکھو گے کہ ہندی، مصری، شامی، رومی، ترک، بربری، طرابلسی، مراکشی، تاتاری، ایرانی اور چینی غرض مختلف الاعوا ان اقوام مختلف حصص عالم کے باشندے ایک مشترک رشتے میں محکم بند ہیں۔ اس اخوت واتحاد مذہبی نے اسلام کی روح برقرار رکھی ہے۔ یہ وہ زندگی ہے جسے کبھی موت نہیں۔ یورپ کو جس بین الاقوامی اتحاد کی ضرورت آج محسوس ہو رہی ہے اس کا فیصلہ آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول عربی (صلعم) نے فرمایا ہے اور وہ عالمگیر اتحاد کی بنیاد ڈال گئے ہیں۔ حج کیا ہے؟ یہ وہ سفر ہے جس کی منزل مقصود سے زیادہ اہم اس کی راہ ہے بقول راسخ عظیم آبادی۔

کعبہ کہتے ہیں جسے سو راہ ہے منزل نہیں

حج سے مقصود ہے مسلمانان عالم کے تعلقات باہمی کا قیام تبادلہ خیالات،

خلا ملا، اتحاد، اخوت، کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے معنی یہ نہیں کہ کعبہ میں خدا بیٹھا ہے بلکہ اس سے تم سب کو ایک مرکز پر مجتمع و متوجہ رکھنا مقصود ہے۔

روزہ کا راز کیا ہے؟ خدا کی ذات بھوک اور غذا سے پاک ہے۔ اسے کسی کے بھوکے رہنے سے کوئی مزہ نہیں آتا۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ بندے ایک مدت کے لئے اپنے مالک کی یاد اور اس کے جمال کے احسان میں خود کو ایسا مٹا دیں کہ وہ بھوک پیاس کو بھی بھول جائیں۔

زکوۃ اور صدقہ کی غایت کیا ہے؟ تمہیں احسان و کرم کی تربیت کر کے روحانی مسرت بخشنا! وہ خالص مسرت اور لذت جو مالی قربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ مسرت اس قدر لطیف جذبہ ہے جس کا تعلق صرف حس سے ہے جسے آپ سب جانتے ہیں اور لفظوں میں ادا نہیں کی جا سکتی۔ صدقہ و خیرات بذاتہ بے حد عمدہ صفات ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیمات اور قوانین وہ ہیں جو ہر ملک ہر زمانہ اور ہر شعبہ زندگی کے لئے مناسب حال ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنے السلام علیکم کی حقیقت اور فلسفہ پر کبھی غور کیا ہے یہ اسلامی برادری کے حق کا اعلان و اظہار ہے یہ تو ایک مقررہ اشارہ ہے جو ایک اجنبی شخص کو تمہارا حصہ دار بنا دیتا ہے۔ اس لفظ سے اجنبی شخص تمہاری رعایت برادرانہ کا حقدار بن جاتا ہے۔

افسوس کہ آج مسلمانان ہند اپنی اس فیاضی کو بھول بیٹھے ہیں جو کہ ایک وقت میں وہ دنیا پر مبذول کر چکے ہیں انہوں نے اسلامی تعلیمات اور فرض تبلیغ و حریت و مساوات کو دلوں سے فراموش کر دیا ہے۔ انہوں نے خود مسلمانوں کے ایک حصہ کثیر (عوام الناس) کو ان کے خلقی حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اب اور انقلاب شروع ہو گیا ہے۔ بیداری پیدا ہو گئی ہے۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ آپ نے دنیا میں علوم و فنون کی کیا کیا خدمات جلیلہ کی ہیں۔ اخلاق، مردانگی، دلیری اور فیاضی ہمیشہ سے مسلمانوں کی قومی خصوصیات رہی ہیں۔ انہوں نے اشاعت علوم میں کبھی ہم ہندوؤں کی طرح بخل روا نہیں رکھا۔ یہ ہمیشہ بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت کی فکر میں رہے۔ لہذا! مسلمانو تم اپنے بیٹوں سے وہ دولت دریغ نہ رکھو جو تم نے اپنے باپوں سے ترکہ میں پائی ہے۔

(پیغام صلح 3 فروری 1935ء ص 11)

اسلام کی خوبیاں

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلا دے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کو تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

آج اُن نوروں کا آک زور ہے اس عاجز میں
دل کو اُن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

☆☆☆☆

جامع دارالسلام، لاہور میں عیدالفطر کے مناظر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عید کا خطبہ دیتے ہوئے
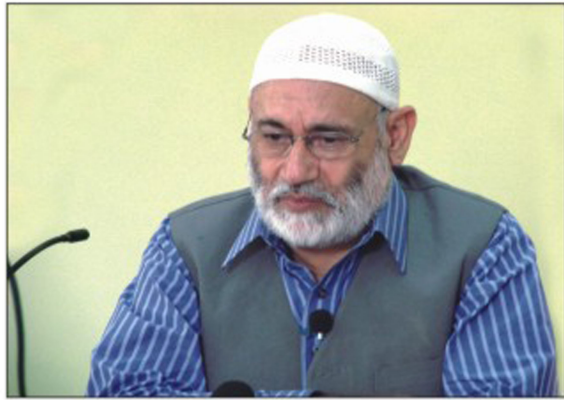
دعا کا منظر احباب جماعت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو عید مبارک کہتے ہوئے
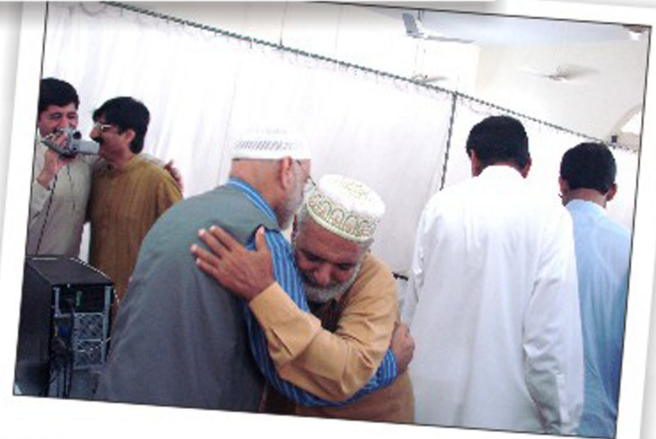
سٹی سکول کے کھیلوں کے مقابلوں میں عبداللہ عثمان نے
''سلور میڈل'' اور حمزہ عثمان نے ''گولڈ میڈل حاصل کیا

صلوۃ کی افادیت (ماہرین طب کی تحقیق میں)

جسارت نذر رب صاحبہ، ایم اے

دماغ میں اربوں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں اور ان خلیوں میں ایک برقی رو دوڑتی رہتی ہے۔ اس برقی رو کے ذریعے انسانی خیالات شعور اور تحت الشعور میں گذرتے ہیں۔ دل ایک پمپ ہے جو خون کے خلیات کو آگے پیچھے کرتا ہے۔ اور وہ بھی دماغ کے تابع ہے۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے جس میں برقی رو ایک باریک فوٹو لیتی رہتی ہے اور محفوظ یا آگے تقسیم کرتی رہتی ہے۔ اور ایک خانہ وہ بھی ہے جس میں کچھ اہم باتیں ہوتی ہیں جنہیں شعور نے نظر انداز کر دیا ہوتا ہے۔ وہ روحانی صلاحیت کے خانہ کا نام ہے۔ کیونکہ اس میں خالق کی روح کا وہ حصہ ہوتا ہے جو مخلوق میں اپنے خالق سے ملنے کی امنگ وجذبہ رکھتا یا پیدا کرتا ہے اور زندگی اپنے اچھے برے معاملات میں رواں دواں رہتی ہے۔

صلوٰۃ روح اور جسم کے لئے ایک بہترین ورزش ہے۔ جس کی ادائیگی سے جملہ انسانی اعضاء کی تحریک ہوتی رہتی ہے بلکہ سستی انسانی جسم سے دور ہو جاتی ہے ۔اور تندرستی صحت اور طاقت برقرار رہتی ہے۔ صلوۃ میں قیام، قعود، رکوع، سجدہ اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں۔ جن میں انسان ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اپنی وضع بدلنے سے جسم کے اکثر جوڑ بھی حرکت کرتے رہتے ہیں۔ جسم کے اندر معدہ، آنتیں، آلات تنفس اور قناۃ غذا میں اندرونی حرکت سے ایک تغیر آجاتا ہے۔ سب سے پہلے نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات Flexors اور کندھے کے جوڑ کے عضلات استعمال ہوتے ہیں اور ان کی حرکت یا ورزش ہو جاتی ہے۔

جب انسان اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتا ہے تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانے کے پٹھوں کی حرکت ہو جاتی ہے۔ دل کے مریضوں کے لئے ایسی ورزش بہت مفید ہے جو نمازی سے نماز پڑھتے ہوئے خود بخود ہو جاتی ہے۔ اور فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر دونوں کانوں کی لو کے قریب لے جاتا ہے تو ایک مخصوص نہایت باریک برقی رو دماغ میں بھیجتی ہے اور دماغ کے اندر اس خانے کے خلیوں کو چارج کر دیتی ہے جس کو شعور نے نظر انداز کر دیا تھا۔

یہ خلیے چارج ہوتے ہی دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے جس سے تمام اعصاب متاثر ہو کر اس خانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روحانی صلاحتیں مخفی رہتی ہیں اس کے ساتھ ہی ایک تیز برقی رو دماغ سے ہاتھوں کی طرف چل پڑتی ہے۔

ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے اور پیچھے والے پٹھے اور کلائی کے آگے اور پیچھے کھینچنے والے پٹھے حصہ لیتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے۔ نماز میں بایاں ہاتھ نیچے باندھا جاتا ہے اور دائیں ہاتھ سے اسے گرفت میں لیا جاتا ہے۔ دائیں حصہ سے خاص کر جو شعائیں نکلتی ہیں وہ مثبت ہوتی ہیں اور بائیں ہاتھ سے جو شعائیں نکلتی ہیں وہ مخفی ہوتی ہیں۔ انسانی اعضاء کے دائیں بائیں اطراف کی کیفیت اپنی اپنی ہیں۔ بہرحال! دائیں ہاتھ کی مثبت شعائیں بائیں ہاتھ سے منتقل ہو کر طاقت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان اپنی معمولات زندگی میں متوازن رہتا ہے۔ اور پریشان نہیں ہوتا۔ مرد اپنے ہاتھ ناف سے نیچے باندھتا ہے۔

ان دونوں ہاتھوں سے مثبت اور منفی لہریں نکلتی ہیں۔ جن کے امتزاج سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔ جو ناف کے ذریعہ نظام اعصاب تک پہنچتا ہے اور گردے غدود فوق الکلیہ کو قویٰ کرنے کے ساتھ جنسی قوت کو بھی قویٰ اور محرک رکھتا ہے۔ عورتیں نیت کے بعد جب سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں تو ان کے دل میں صحت بخش حرارت منتقل ہوتی ہے۔ اور وہ غدود نشوونما پاتے ہیں جن پر بچوں کی غذا کا انحصار ہوتا ہے۔ نماز پڑھنے والی ماؤں کے دودھ میں ایک خاص تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

جدید سائنس کے مطابق عورتیں جب سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص مراقبہ کرتی ہیں تو ایک خاص قسم کی شعائیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ہوتی ہیں اور جسم میں داخل اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور جسم میں قوت مدافعت کو بڑھاتی ہیں۔ جس سے وہ سینے کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتیں۔

قیام میں جسم اور ساکن ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا احوال یوں ہے۔ جب نمازی قرات شروع کرتا ہے اور حضورؐ کے مطابق

اتنی بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے کہ جس کو اس کے اپنے کان سن سکیں تو ان قرآنی الفاظ کے انوارات پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جو کہ دفع امراض کے لئے اکسیر اعظم ہیں۔قیام سے جسم کو سکون کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔نمازی چونکہ قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے اس لئے اس کا جسم ایک نور کے حلقے میں مسلسل لپٹا رہتا ہے اور جب تک وہ اس حالت میں ہوتا ہے اس وقت تک نور کی غیر مرئی شعائیں اس کا احاطہ کئے رہتی ہیں۔

قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر روزانہ پنتالیس منٹ تک اس حالت میں کھڑا رہے تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت پیدا ہو جاتی ہے اور موخر دماغ Pons جس کا کام چال ڈھال اور جسم انسانی کی رفتار کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے قوی ہو جاتا ہے اور انسان ایک ایسے مرض سے بچا رہتا ہے جس سے وہ اپنا توازن درست نہیں رکھ سکتا۔

رکوع کی حالت میں کمر کو جھکا کر ہاتھوں کو گھٹنوں پر ٹیکا جاتا ہے اس میں کولھے کے جوڑ میں جھکاؤ ہوتا ہے۔کہنیاں سیدھی کھنچی ہوتی ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اور تمام پٹھے چست حالت میں رہتے ہیں جبکہ پیٹ اور کمر کے پٹھے جھکتے اور سیدھے کام کرتے ہیں۔اس طرح رکوع سے متعدد اعضاء کی حرکت یا ورزش ہو جاتی ہے۔ڈاکٹرز رکوع اور سجدہ کو گھٹنوں کو کمر درد کے مریضوں کا بہترین علاج قرار دیتے ہیں۔رکوع سے حرام مغز کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مریض جن کے اعضاء سن ہو جاتے ہیں وہ اس مرض سے بہت جلد افاقہ حاصل کر لیتے ہیں۔مزید رکوع سے کمر درد کے مریض یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم ہو گیا ہو وہ بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل بھی سست پڑ جاتا ہے اور ٹانگوں کے فالج زدہ مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف دوران خون کے بہاؤ کی وجہ سے دماغ اور آنکھوں کی کارکردگی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

سجدہ میں کولھے، گھٹنے، ٹخنے اور کہنیوں پر جھکاؤ ہوتا ہے جبکہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے کے پٹھے اور کمر و شکم کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کندھے کے جوڑ کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔سجدہ میں عورتوں کے لئے گھٹنوں کو چھاتی سے لگانا احسن ہے کیونکہ یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے کا بہترین عمل ہے۔ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ دماغ کو خون کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ رئیس الاعضاء ہے مگر اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس تک خون پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔بالخصوص اس وقت جب شریانیں بھی تنگ ہوں۔سجدہ دماغ کو خون کی فراہمی کے لئے نہایت موزوں عمل ہے۔دماغ عام حالت میں بیشتر وقت دل کے پمپ سے اونچا رہتا ہے۔اس لئے دماغ میں خون کی سرایت قدرے مشکل ہوتی ہے مگر سجدے میں دماغ دل سے نیچے ہوتا ہے۔اس لئے اس حالت میں اس کو خون بآسانی اور بافراط پہنچتا ہے۔جتنا لمبا سجدہ ہو گا اتنا ہی زیادہ خون دماغ کو پہنچے گا۔چنانچہ نبیؐ نے طویل سجدوں کی فضیلت فرمائی ہے۔پس جو لوگ نماز کے عادی ہو جاتے ہیں ان کی عقل وفہم یادداشت اور نفسیاتی صحت لمبی عمر تک درست رہتی ہے۔کسی عمر میں بھی اللہ کریم کے حضور میں خلوص دل سے کئے ہوئے لمبے سجدے دماغی،نفسیاتی اور روحانی صحت کے لئے ممد و معاون ہوتے ہیں۔سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور دیگر اعضاء کو ایک ساتھ پھیلانا اور سمیٹنا موٹاپے کی تکلیفوں کو نہیں آنے دینا۔سب سے بڑھ کر نمازی انسان کے چہرے پر تازگی رہتی ہے اور غیر نمازی کے چہرے پر ایک افسردگی چھائی رہتی ہے۔

قعدہ میں التحیات پڑھتے وقت جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔گھٹنے اور کولھے پر جھکاؤ ہوتا ہے۔ٹخنے اور پاؤں کے عضلات پیچھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔کمر اور گردن کے پٹھے بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔اس سے ان عضلات کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے۔ورزش کا اصول ہے کہ سخت ورزش کے بعد کچھ توقف کیا جاتا ہے اور لمبے لمبے سانس لئے جاتے ہیں یا ہلکی پھلکی ورزش کی جاتی ہے۔نماز میں بھی رکوع اور سجدہ کے بعد قعدہ میں بیٹھنا اسی اصول کا اطلاق ہے۔نمازی کو سلام پھیرنے کے لئے سر دائیں بائیں کرنا پڑتا ہے۔ایسا کرنے سے نمازی امراض قلب اور اس کی پیچیدگیوں سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور بہت کم امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں بائیں پٹھے کام کرتے ہیں۔یہ گردن کی بہترین ورزش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حرکت کرنے والا جسم عطا فرمایا ہے لہذا اس کی صحت صرف متحرک رہنے میں ہے اور نماز پنجگانہ تحریک کا بہترین راستہ ہے۔اس کے لئے وقفے وقفے سے نماز باجماعت کے لئے مسجد جانا ایک طرح کی دینی ورزش ہے۔

کیا اب بھی آپ کو نمازی اور غیر نمازی میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔"بندے اور کفر کے درمیان حد فاصل ترک صلٰوۃ ہے"۔

(بخاری و مسلم) (مولف۔م ح سیاح)

قرآن مجید بائیبل اور وید پر ایک نظر

(از جناب مولوی عبدالحق ودیارتھیؒ فاضل سنسکرت)

قرآن مجید کا شاندار افتتاح

قرآن مجید کی ابتدا بلکہ اس کتاب مقدس کی ہر سورۃ کا افتتاح بسم اللہ سے ہوتا ہے جس کے معنی ہیں ''اللہ کے نام کی مدد کے ساتھ''۔ اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے۔ اس نے ہماری ہر ضرورت احتیاج اور فطری تڑپ کا سامان اس عالم اسباب میں پیدا کیا ہے اور ہم اپنی خلقی کمزوری اور بے مائیگی کی وجہ سے اس کے ہر لحہ محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی ہمارے حفاظت تربیت اور ترقی کے اسباب کو ہم تک پہنچا سکتی اور ہمارے لئے نافع بنا سکتی ہے۔ پس انسان جو اپنی ذات سے فقیر محض ہے اور اللہ تعالیٰ جو بذاتہٖ غنی اور صمد ہے۔ ان دونوں میں رشتہ اور تعلق صرف اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ یہ فقیر اپنی ہر ضرورت اور احتیاج اس صمد باری کے دروازہ پر لے جائے اور اس سے اعانت اور مدد کا طالب ہو۔

حرف با کے معنی

پس بسم اللہ میں پہلا حرف با ہے جو اور بہت سے معانی کے علاوہ طلب اعانت کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ یہ حرف باجود دنیا کی بکثرت زبانوں میں حروف تہجی کا دوسرا حرف ہے۔ اس کو ایک معمولی سی حرکت دے کر اس سے اتنا بڑا کام لیا گیا کہ وہ انسان کی بے سروسامانی اور اللہ تعالیٰ کی ذات غنی کے دو مختلف نظارے پیش کرتا ہے۔ ایک بے نوا فقیر (انسان) کے جذبات و احساسات ایک طرف ہیں اور فیضان الٰہی کے موجزن چشمے دوسری طرف۔ بے بس اور بیکس عقل نوزاد ایک جانب ہے اور اس کی ترتیب پر اپنی ساری توجہ سے مائل دوسری جانب۔ اس کا فرض ہے کہ یہ طلب اعانت کرے اپنی کامل بیچارگی کے عالم میں مدد کے لئے دونوں ہاتھ اس کی طرف پھیلائے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس کی ہر ضرورت اور احتیاج پر دوڑ کر آئے۔ کسی الہامی صحیفہ کا یہ شاندار افتتاح مجھے نظر نہیں آیا۔ جو فطرت انسانی اور اس کے خالق و مولیٰ کی صفات کا یہ پرکیف مرقع کھینچ سکی ہو۔

قابل ذکر زبانوں میں کسی چیز کے اظہار معرفت کے لئے الفاظ

حرف با کے بعد پہلا لفظ اسم ہے جس کے معنی نام ہیں۔ دنیا کی قابل ذکر زبانوں میں کسی چیز کے اظہار معرفت کے لئے دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ آرین سلسلہ کی زبانوں (جرمن، اینگلوسیکسن، سویڈش، لاطینی، یونانی، سنسکرت اور فارسی میں وہ لفظ قریباً قریباً نیم (Name) یا نام ہے اور سامی زبانوں (کلدانی، سریانی، عربی اور عبرانی وغیرہ) میں قریباً شیم یا اسم ہے۔ وید میں اظہار معرفت کا یہ لفظ نام ہے۔ رگوید میں آتا ہے۔

''مام ڈھر ندرم نام دیوتا'' (رگوید منڈل ۱۵۔ سوکت ۴۹ منتر ۲ ''مجھے دیوتاؤں نے اندر نام دیا ہے'' اور بائیبل میں شیم کے معنی اسم ہیں۔ جیسے ''دبشیم یہودہ'' (خدا کے نام ہیں نبوۃ نہیں)۔ (یرمیا ۱۱:۲۱)

لفظ نیم تمام آرین زبانوں میں اپنا کوئی فلسفہ نہیں رکھتا

آرین زبانوں میں لفظ نیم (Name) یا نام ان تمام زبانوں میں اپنا کوئی فلسفہ نہیں رکھتا، کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ کی تمام زبانوں کے الفاظ سنسکرت کے مادہ گیان یا جیان سے نکلے ہیں جو غلط محض ہے کیونکہ

(ا): لغت سنسکرت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ سنسکرت کا لفظ نام جیان

سے نکلا ہے۔

(۲): آرین زبانوں میں ان الفاظ کا قدر مشترک یا جز واعظم نم (ن اورم) ہے مفروضہ مادہ جیان میں صرف ن ہے۔

عربی زبان کا لفظ اسم

عربی زبان کا لفظ اسم جس کے معنی نام ہیں ۔ نہ صرف سامی زبانوں کے الفاظ ''شیم'' اور شمو وغیرہ کا ماخذ ہے بلکہ آرین سلسلہ کی زبانوں کے الفاظ سیما (سنسکرت) سائن Sign اور سائم یونانی وغیرہ الفاظ بھی اسی سے مشتق ہیں جن کے معنی نشان ہیں ۔ زبان عرب میں دوسم کسی چیز پر نشان لگانے کو کہتے ہیں ۔ سم کے معنی نشان ہیں ۔ قرآن شریف میں ہے حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط ۔ اس آیت میں لفظ سم نشان کے معنوں میں مستعمل ہے ۔ اس لحاظ سے سم وہ نشان ہے جو کسی شے کی معرفت کے لئے اس کے اوپر لگایا جاتا ہے۔

نام عربی زبان کا لفظ ہے

اسی لفظ اسم کا مادہ سمو بھی بتایا گیا ہے ۔ جس کے معنی غلو اور ارتفاع کے ہیں ۔ اس بنا پر اسم وہ لفظ ہے جس سے مسمّی کا ذکر بلند ہوتا یا شہرت پاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نام پانا ، نام بلند ہونا ، نامور وغیرہ محاورات شہرت کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور قریباً قریباً ہر زبان میں استعمال ہوتے ہیں ۔ انگریزی میں Renown نامور یا مشہور کے ہیں ۔ سنسکرت زبان میں بھی نام شہرت کے معنوں میں بولا جاتا ہے ۔ پس جن لوگوں نے نام کا مادہ تلاش کرنے میں سنسکرت کی طرف توجہ کی ہے انہوں نے غلطی کی ہے ۔ اس لفظ کا مادہ وہ ہوسکتا ہے جس میں شہرت یا بلندی کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ نام بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی آواز اٹھانے یا بلند کرنے کے ہیں۔

عربی زبان کی حیرت انگیز وسعت

آواز بلند کرنے کے عربی زبان میں کئی درجے ہیں اور ہر درجے کو عربی زبان نے ایک الگ نام دیا ہے ۔ آہستہ آہستہ اور نہایت خفیہ آواز بلند کرنے کا نام عربی زبان میں رز ہے ۔ اس سے ذرا بلند آواز کو رکز کہتے ہیں (جو مکھی کی باریک بھنبھناہٹ کے برابر بلند ہو) اس سے ذرا بلند ہوجائے تو ھتملہ (اور یہ سرار کی آواز کے برابر ہوتی ہے) اس سے اور بلند ہو تو دندنہ (یعنی وہ آواز جو تمعہ سے ملتی ہو مگر سمجھ میں نہ آئے ۔ اس سے اور بلند ہوجائے تو صوت نغمہ کہتے ہیں اور اسے حسن کلام سمجھا جاتا ہے ۔ اس کے بعد درجہ نباۃ ہے ۔ مگر یہ بھی صوت شدید کا نام نہیں اور اس سے اوپر آواز کا درجہ نام کہلاتا ہے اور یہ صوت خفی کا آخری درجہ ہے گویا عربی زبان میں صوت خفی کے آٹھ درجے ہیں اور اس کے بعد ۲۲ درجے آواز شدید کے ہیں ۔ صوت خفی کے آخری درجہ اور صوت شدید کے ابتدائی درجہ میں کوئی زیادہ فرق نہیں اس لحاظ سے نام عربی زبان میں ایسی آواز کا بلند کرنا ہے جو دوسرے کی سمجھ میں تو آسکے مگر ناگوار نہ ہو ۔ یا صوت شدید نہ ہو ۔ صوت خفی یا صوت شدید کے ترتیب وار ۳۰ درجے مقرر کرنا ۔ ان کے الگ الگ نام بتانا ۔ یہ عربی زبان کے الہامی اور کامل زبان ہونے کی ایک بہت بڑی شہادت ہے ۔ آج بڑی سے بڑی ترقی یافتہ زبانیں بھی اپنی لغت میں آواز کے اتنے درجے نہیں رکھتیں۔

پس دنیا کی تمام زبانوں میں اظہار معرفت کے لئے جو الفاظ Name یا نام وغیرہ استعمال ہوتے ہیں ان کا ماخذ عربی زبان کا لفظ نیم یا نام ہے ۔ جو ایسی آواز بلند کرنے کا نام ہے جو مسمّی کو دوسری اشیاء پر شہرت دے دے کر دوسرے لوگوں کو وہ شے سمجھا دے کیونکہ عربی میں نَم اس آواز کو کہتے ہیں جو بین اور واضح ہو اور اتنی خفیہ نہ ہو کہ دوسروں کو سمجھ نہ آسکے۔

کل زبانوں کے اسماء الٰہی میں

لفظ اللہ کی فوقیت و جامعیت

ابتدا میں انسان کو زبان کی تعلیم نیچر کی آوازوں کی نقل سے دی گئی جیسا کہ صوت کے اتار چڑھاؤ کے ۳۰ درجوں سے ظاہر ہے پس کسی شے کے اظہار معرفت کے لئے لفظ نام اس بنا پر رکھا گیا کہ اس نے بین الفاظ میں مسمّی کو سمجھا دیا ۔ اور اسے اسم اور شیم سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ وہ اس شے کے لئے بطور ایک نشان یا سائن کے تھا ۔ اللہ اس ذات باری کا اسم ذات ہے جو کائنات عالم کا خالق ہے ۔ اسم ذات اللہ کو دنیا کی کل زبانوں کے اسماء الٰہی پر ایسی فوقیت اور جامعیت

حاصل ہے جیسے ذاتی نام کو اپنے مسمّی کی تمام صفات پر حاصل ہوتی ہے اس اسم اللہ میں باقی تمام زبانوں کے اسماء الٰہیہ کے بالمقابل بکثرت خصوصیات حاصل ہیں جن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

اسم اللہ کا تلفظ ہمیشہ ایک رہا ہے

بائیبل کا خداوند یہوداہ جو اس ذات کا عبری نام ہے۔ ہمیشہ معرض تحریف میں رہا ہے اور اس نام کا صحیح تلفظ آج دنیا میں کسی شخص کو معلوم نہیں۔ اس کی مختلف قراءتیں، یہوداہ، یہاوہ، یہوا اور یہو بتائی جاتی ہیں۔

یہود میں خدا کا نام گم ہو جانے کی وجوہ

خدا کا نام یہود میں گم ہو جانے کی دو وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ ان کے ہاں خدا کو خداوند کے نام یہوداہ سے الگ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ اس نام اور اس لفظ کو ہی خدا سمجھ کر اس کی اس قدر حرمت و تعظیم کی گئی کہ کوئی یہودی عام طور پر اپنی زندگی کے ۲۴ گھنٹوں میں اس کا نام نہیں لے سکتا۔ بلکہ مقدس ہیکل کے اندر سال میں ایک مبارک دن اور پاک ساعت میں قوم یہود کا سب سے بڑا بزرگ اپنے منہ کو خوب پاک کر کے صرف ایک مرتبہ اس نام کو پڑھتا اور تمام یہود خاموشی سے صرف اسے سن لیتے۔ خدا کا نام لینے میں اس بے معنی راز داری کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اس کا صحیح تلفظ یہود سے جاتا رہا۔ نئی تحقیقات یہ بتاتی ہے کہ یہ نام نہ یہوداہ ہے نہ یہاوہ اور یہوا بلکہ یہو ہے جو موجودہ بائیبل کے خلاف ہے۔

خدا کے نام کے صحیح تلفظ گم ہو جانے کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ یہود میں خدا کا تصور ایک غضبناک خدا کا تصور ہے چنانچہ کتاب خروج باب ۱۹ آیات ۱۶ تا ۲۲ اور باب ۲۰ آیات ۱۸ تا ۲۰ کا مفہوم یہ ہے:

''سب لوگوں نے دیکھا کہ بادل گرجے اور بجلیاں چمکیں قرنائی کی آواز ہوئی۔ پہاڑ سے دھواں اٹھا اور سب لوگوں نے جب یہ دیکھا تو ہٹے اور دور جا کھڑے ہوئے تب انہوں نے موسےٰ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جاویں'' (خروج ۲۰:۱۸ تا ۲۰) نیز دیکھو خروج ۱۵:۷،۳۲:۱۱ زبور ۸۸:۱۶، ۸۹:۴۶، ۹۰:۷، ۹، ۱۱)

پس اس بنا پر یہود خدا کا نام لینے سے بہت ڈرتے اور خوف کھاتے تھے۔ تاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ انہوں نے بعض لوگوں کو محض اس بنا پر سنگسار کر دیا کہ انہوں نے خدا کا نام کسی کے سامنے لے دیا۔

ہندوؤں کے ہاں بھی خدا کا نام ایک راز ہے

ہندوؤں کے ہاں بھی خدا کا نام ایک خفیہ راز سمجھا جاتا ہے چنانچہ چاروں ویدوں میں کہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ خالق کائنات کا ذاتی نام کیا ہے بلکہ اس کی بجائے رگوید کے منتر میں آتا ہے

رچوا کشر پرلے دیومن یسمین دیواادھی وشونشیدہ یستنو یہ رچہ کم کرشیتی۔

رگوید کے منتر ایک اکشر میں سماء اعلیٰ پر موجود ہیں جس میں سب دیوتا اچھی طرح مقیم ہیں جو اس کو نہیں جانتا وہ رگوید کے منتروں کو کیا کرے گا''

لفظ اوم کے املا اور تلفظ میں اختلاف

اس حرف یا اکشر سے مراد بعض لغت نویسوں نے لفظ اوم لیا ہے اور بعض نے سورج، پرانے خیال کے ہندو علماء اوم کو سورج میں مقیم مانتے ہیں۔ اسی بنا پر سورج کی تصویر انسانی چہرہ کی بنا کر اس میں اوم لکھ کر دیا کرتے ہیں۔ یجر وید کے آخری باب کے ایک منتر کا ترجمہ بھی یہی کیا گیا ہے۔

اس کے رسم الخط اور تلفظ دونوں میں ہندوؤں کے اندر اختلاف موجود ہے۔ اس طرح اس کے تلفظ میں یہ اختلاف ہے کہ بعض اسے اوم پڑھتے ہیں بعض اونگ اور کئی ایک آنگ۔

رسم الخط کے اعتبار سے اس میں صرف دو حروف او۔م ہیں مگر از روئے قواعد آ+ اُو+ م تین حروف سے مرکب ہے پھر اس کے ہر ایک حرف سے الگ الگ تین دیوتا مراد لئے گئے ہیں مثلاً آ سے مراد وشنو ہے۔ اُو سے شو اور م سے مراد برہما ہے۔ یہ تین دیوتا ہندو قوم کی تریمورتی یا تثلیث کہلاتی ہے۔

سوامی دیانند جی کا لفظ اوم کے ساتھ کھیل

سوامی دیانند جی بانئ آریہ سماج نے اس تثلیث کو اڑا کر یہ نئی بات بتائی ہے کہ اوم کے اجزاء آ+ اُو+ م میں خدا کے بہت سے نام آجاتے ہیں۔ درحقیقت یہ

لفظ آدم کے ساتھ ایک کھیل ہے۔ جسے انگریزی میں Play on Word کہتے ہیں۔

قابل غور یہ امر ہے کہ اگر آ + اُو + اورم سے مراد بہت سے خدا کے نام لئے جا سکتے ہیں تو یہ لفظ اوم کی خوبی نہ ہوگی۔ بلکہ ان حروف کی خوبی ہوگی جن سے یہ مرکب ہے۔ اس صورت میں اگر اوم کو اٹھا کر موا پڑھا جائے تو وہی تینوں حروف یہاں بھی موجود ہیں۔ پس اس کے اندر بھی پنڈت جی کے بیان کردہ سب خدا کے نام آجائیں گے۔ اور اگر اسے ماویا دیا اور وام پڑھا جائے تو ہر ایک صورت حروف دہی رہنے کی وجہ سے مطلب میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

اصل حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ سوامی جی نے کہیں سے سن پایا کہ مسلمانوں میں خدا کا اسم ذات اللہ ہے۔ جو تمام صفات کاملہ کا موصوف ہے لفظ اوم صرف ایک صفاتی نام ہے اور وہ بھی خدا کا نہیں بلکہ کئی ایک معمولی مطالب، ہاں آمین، اچھا، قبول،، بہت خوب، منظور کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو واچسپتی کی مستند سنسکرت لغت جہاں اس کے یہ چھ معانی لکھے ہیں۔ سوامی صاحب نے بلاغور و فکر اللہ کے بالمقابل اوم کو کھڑا کرنے کی یوں کوشش کی کہ اس کی تین حرفی تثلیث کو بہت سے معانی کا حامل قرار دیا مگر اتنا نہ سوچ سکے کہ حروف کی یہ شطرنج الٹ بھی سکتی ہے۔ تو اس صورت میں ماؤ، وام، موا، وماو غیرہ کے بھی وہی معنے ہوں گے جو اوم کے ہیں۔ قواعد زبان کی بنا پر اوم کے معنی صرف حفاظت کرنے والا ہیں۔ جس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔

☆☆☆☆

مولانا محمد علی ڈے

معزز خواتین و حضرات

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور مورخہ 15 اکتوبر 2011ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر، جامع دارالسلام میں ''یادرفتگان'' کے سلسلہ میں ایک تقریب منعقد کر رہی ہے۔ جس میں مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ و دیگر بزرگان سلسلہ کی زندگی پر مقالے پڑھے جائیں گے۔ تمام احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ جوق در جوق اس میں شمولیت اختیار کریں۔

تقریب کے اختتام پر آپ کی خدمت میں عشائیہ دیا جائے گا۔

والسلام

چوہدری ریاض احمد

صدر، مقامی جماعت احمدیہ

انتقال پُر ملال

احباب و خواتین جماعت کو یہ پڑھ کر دکھ ہوگا کہ اوکاڑہ میں ہمارے مخلص بزرگ چوہدری شریف احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ اور بھائی شکیل احمد ہمایوں صاحب کی والدہ محترمہ جو کچھ عرصہ سے بیمار تھیں مورخہ 18 ستمبر 2011ء بروز اتوار اس جہاں سے چل بسیں۔

''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

مرحومہ کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ نہایت ہی زاہدہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ ہمیں اس حادثہ پر سوگواران اور دیگر خاندان کے ممبران سے دلی ہمدردی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر کی توفیق دے۔ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی اولاد میں دین کی خدمت کے جذبہ کو قائم رکھے۔ آمین

درس قرآن ۔ ۷

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

"اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے"۔

آج ہم اس عظیم الشان اور جامع دعا کے آخری الفاظ پر غور کریں گے۔ **صراط الذین انعمت علیھم** پر مفصل بحث میں پچھلے درس میں کر چکا ہوں اور بتا چکا ہوں کہ یہ وہ لوگ تھے جن کو ان کی پیدائش کا مقصد مل گیا یعنی اللہ تعالیٰ۔ اور جسے اللہ تعالیٰ مل گیا اسے یہ جہان مل گیا اگلے تمام جہان مل گئے اور اس کو کوئی غم، کوئی فکر، کوئی حسرت باقی نہیں رہتی کیونکہ اس نے اس نعمت، اس سکھ، اس ابدی راحت کو پالیا جو خدا میں ہے اور کہیں نہیں۔

یہ دعویٰ کہ ہم خدا کا پتہ دینے بلکہ اس سے ملانے آئے ہیں تمام مذاہب نے کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب وہ مذہب پیدا ہوئے تھے تو وہ خدا کی طرف سے ہی نازل ہوئے تھے اور واقعی خدا کا پتہ دینے اور اس سے ملانے کے لئے ہی جو مذاہب بھی آئے تھے۔ مگر آج ان میں خدا تک پہنچنے کا **صـــــــراط مستقیم** نہیں رہا اور نہ ان پر چل کر اب بھی لوگ خدا کو پالیتے۔ مثال کے طور پر ان میں شرک پیدا ہو گیا۔ توحید انسان کے آگے صرف ایک خدا کو پانے کا مقصد رکھتی ہے۔ شرک میں کس خدا کی طرف انسان بھٹکتا پھرے گا؟ اسی لئے آج ان مذاہب میں کوئی نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں نے خدا کو پالیا۔ پہلے جب ان میں صراط مستقیم تھا تو اس پر چلنے والے جب خدا کو پالیتے تھے تو اس کا ثبوت یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کیا کرتا تھا۔ مگر آج ان مذاہب پر چلنے والوں میں سے کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے خدا کو پالیا اور نہ اس کا ثبوت لا سکتا ہے کہ وحی والہام اس پر نازل ہوتے ہیں۔ بقول حضرت مرزا غلام احمد صاحب

یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

اب صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے اور قرآن پاک ہی وہ ہدایت کی کتاب ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ زندہ رسول ہیں جن کی اتباع سے ہر زمانہ میں لوگ خدا کو پالیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام بھی کرتا ہے جس کا درخشندہ ثبوت ہم نے اس صدی کے مجدّد حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں دیکھا کہ اس مادہ پرستی اور دہریت کے زمانہ میں آپ نے قرآن اور محمد صلعم کی اتباع کامل سے خدا تعالیٰ کو پا کر اس کے ثبوت میں وہ ہزار ہا الہامات پیش کئے جو چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ان میں سے بہت سے آپ کی زندگی میں پورے ہوئے اور کئی ایک آپ کی وفات کے بعد آج تک پورے ہوتے چلے آرہے ہیں۔

صراط مستقیم کو دوبارہ دنیا کو دکھلانے والے اور منعم علیہ گروہ (یعنی جن پر نعمتیں نازل ہوئیں) اور ان کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یہاں ضروری ہے کہ سورۃ فاتحہ کو خدا سے پانے والے نے اس پر عمل کر کے کیا مقام پایا۔ **ایاک نعبد و ایاک نستعین** پر عمل کر کے آپ نہ صرف عبد کامل بنے بلکہ خیر البشر اور افضل الرسل کے مقام پر پہنچے۔ اور کون ہے جو نہ صرف خود محبوب الٰہی بنا بلکہ دوسروں کو بھی اس محبوبیت کے مقام کا رستہ دکھا گیا؟ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے خود کیا خوب لکھا ہے

ختم شد بر ذاتِ پاکش ہر کمال   لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات پاک پر چونکہ تمام کمال اپنی انتہا کو پہنچ گئے اس لئے لازماً آپ خاتم النبین ہوئے کہ اب کوئی کمی باقی نہیں رہی جس کو پورا کرنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہو۔غور کرو کہ کس قدر مشکل کام تھا جو آپ نے کیا کہ قیامت تک کے لئے تمام نسل انسانی کے لئے ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ، ہر شخص کے لئے آپ اسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ بنے۔اور **صراط مستقیم** پر آپ نے اس کامیابی سے قدم مارا کہ اسی زندگی میں اس کی منزل مقصود کو ایسا پایا کہ معراج میں اللہ تعالیٰ کو رُو درُو یعنی آمنے سامنے دیکھ لیا اور اس قرب الٰہی کے مقام کو پالیا جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

شب معراج عروج تو گذشت از افلاک بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

یعنی معراج کی رات تیرا بلند ہونا تمام آسمانوں سے گذر گیا اور جس مقام پر تو پہنچا اس تک کوئی نبی نہ پہنچ سکا۔

اور دیکھئے کہ سورۃ فاتحہ میں مذکور اللہ تعالیٰ کی صفات میں آپ نے اپنے آپ کو کیسا رنگین کیا۔الحمد اللہ نہ صرف آپ کی زبان پر ہر آن رہتا تھا بلکہ قرآن میں بتائی ہوئی خدائی صفات کو ایسا حاصل کیا کہ حضرت عائشہؓ کا مشہور قول ہے کہ ''یعنی آپ کے اخلاق قرآن کریم کی زندہ تصویر تھے''۔اگر پہلے نبیوں نے آپ کے آنے کو خود خدا تعالیٰ کا زمین پر اتر آنا کہا تو اس کی وجہ بھی یہی تھی۔**رب العلمین** کے رنگ کو ایسا اختیار کیا کہ آپ **رحمتہ للعلمین** بن گئے اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لوگوں کی روحانی اور اخلاقی ربوبیت اب صرف آپ کے دامن سے وابستہ ہے۔یہ اس لئے ہوا کہ آپ واحد نبی ہیں جس نے تمام نسل انسانی کی ہمدردی اور ان کی روحانی اور اخلاقی بھلائی اور اس دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے اس قدر گریہ وزاری کی کہ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ دفعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔اس بات کو قرآن حکیم میں اس لئے لکھ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس مقدس انسان کی اتباع کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس آگ کی ایک چنگاری ہی اپنے دل کو لگا لینی چاہیے۔

نسل انسانی کی اس انتہائی ہمدردی کے علاوہ رسول اللہ صلعم نے اپنی انتہائی روحانی اور اخلاقی ترقیات کی وجہ سے جو روحانی اور باطنی علم اور معرفت حاصل کی اور ہدایت کی روشنی حاصل کی وہ آپ کی احادیث اور سنت کے بیش بہا خزانوں میں آپ نسل انسانی کے فائدہ کے لئے چھوڑ گئے۔نہ صرف یہ اللہ تعالیٰ کی صفت الرحمٰن کا رنگ تھا بلکہ جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے ساری عمر آپ نے یعنی''میں اس کے بدلہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' کا رویہ اختیار کیا۔باوجود اللہ تعالیٰ کا مظہر کامل ہونے کے آپ نے اپنے آپ کو عبد یعنی عاجز بندہ کے مقام سے آگے نہ بڑھایا اور نہ کسی کو بڑھانے دیا۔حالانکہ دوسرے نبی جو آپ سے کمتر تھے۔ان کے ماننے والوں نے انہیں خدا یا خدا کا شریک بنا دیا۔آپؐ بادشاہ ہو کر بھی فقر وفاقہ سے خود بھی رہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی رکھا۔غرضیکہ دنیا بھر کی خدمت اور اس پر احسان کا آپ نے کسی رنگ میں بھی اجر یا معاوضہ لینا گوارا نہیں کیا۔یہی رحمانیت کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی تمام مخلوقات کو سب کچھ اپنے رحم سے مہیا کرتا ہے مگر اس کا کچھ بدلہ اپنے لئے نہیں چاہتا اور اگر وہ اپنی عبادت یعنی فرمانبرداری کے لئے کہتا ہے تو وہ بھی انسان کے فائدہ کے لئے کہ جب تک انسان فرمانبرداری نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ربوبیت کسی طرح کرے گا جس طرح بچہ جب تک اپنے والدین کی فرمانبرداری نہیں کرے گا۔وہ اس کی تربیت نہیں کر سکتے۔اب الرحیم صفت کو لیجئے کہ وہ اپنی بہترین شکل میں مومنوں کو نصیب ہوگی جیسا کہ قرآن نے فرمایا کہ ''یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت رحمیت سے بہترین فائدہ مومن ہی اٹھائیں گے'' اسی طرح رسول اللہ صلعم کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ ''جو آپ کے ساتھ ہوئے اور پھر آپ کے نقش قدم پر چلے ان کے لئے لازماً آپ خاص طور پر مہربان اور رحیم تھے (التوبہ ۹:۱۲۸)۔پھر **ملک یوم الدین** کے رنگ کو لیجئے کہ فتح مکہ کے دن جو جزا وسزا کا دن تھا آپ نے اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔

اب ہم سورۃ فاتحہ کے آخری الفاظ کو لیتے ہیں۔**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**، جن میں ان لوگوں کے راستہ سے بچنے کی دعا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یا جو گمراہ ہیں۔جب دنیا میں حق آتا ہے تو جن کو وہ پیش کیا جاتا ہے وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔کچھ لوگ تو حق کو قبول کر لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں ان کا ذکر تو **انعمت علیھم** میں ہے۔اور کچھ بدبخت نہ

صرف یہ کہ قبول نہیں کرتے بلکہ حق کو اور حق کو لانے اور قبول کرنے والوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو توبہ اور اصلاح کا کافی موقعہ دینے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ لفظ ہلاک کے عربی زبان میں صرف یہ معنے نہیں کہ کسی کو مار دیا جائے بلکہ کسی کے غلبہ کو توڑ دینا بھی اس کے اندر آتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ حق کو ہلاک کرنے والوں کو خود ہلاک نہ کر دے تو پھر حق اور حق کو قبول کرنے والے ہلاک ہو جائیں جو اس حق کو بھیجنے والا یعنی اللہ تعالیٰ جو **علی کل شیء قدیر** ہے کس طرح گوارا کر سکتا ہے؟ تو جو ہلاک ہو جائیں وہ تو **مغضوب علیھم** بنے۔ مگر ایک تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو حق کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنی گمراہی پر راضی رہتے ہیں یا حق کو قبول کرنے کے کچھ عرصہ بعد پھر گمراہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ان کی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے کیونکہ وہ حق کی جگہ گمراہی کو اختیار کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے مغضوب علیھم کی مثال یہود کی دی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول تو کیا کرنا تھا انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اور ضالین کی مثال عیسائیوں کی دی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبول کرنے کے بعد غلو کیا اور انہیں نبی کی جگہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بنا دیا۔ یہ راستہ افراط کا ہے۔ یہود کا راستہ تفریط کا تھا۔ افراط اور تفریط انسانی کمزوریاں ہیں۔ مثلاً انسان یا تو دنیا میں کھو یا جا کر دین کو ترک کر دیتا ہے یا بھول جاتا ہے اور یا پھر دنیا کو بالکل ترک کر کے راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خیر الامور اوسطھا یعنی تمام باتوں میں بہترین راستہ درمیانہ ہوتا ہے۔ وہی صراط مستقیم ہوتا ہے۔ اگر مسلمانوں کو دن رات نماز میں یہ دعا کرائی جاتی ہے تو اسی لئے کہ وہ ان تمام غلطیوں سے بچیں جو افراط و تفریط سے پیدا ہوتی ہیں۔

سورۃ فاتحہ ایسی وسیع اور جامع دعا ہے کہ یہ انسان کی ہر حالت اور ہر ضرورت پر کام آتی ہے۔ مثلاً ایک طالب علم کے لئے یوم الدین امتحان کا دن ہے۔ **انعمت علیھم** وہ لڑکے یا لڑکیاں ہیں جو اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوئے اور **مغضوب علیھم** وہ بچے ہیں جو فیل ہو گئے اور ولا الضالین وہ بچے ہیں جو اپنے علم یا موقعوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور یا وہ جو تھرڈ ڈویژن میں کم نمبروں پر پاس ہوتے ہیں تو پھر زندگی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کے عام فائدہ کی ایک اور مثال دے کر بس کرتا ہوں۔ ایک ڈاکٹر جو آپریشن کرنے لگا ہے اس کے لئے اور مریض کے لئے وہ یوم الدین ہے انعمت علیھم وہ مریض ہیں جو صحت پا گئے اور وہ سرجن جو آپریشن میں کامیاب ہوئے۔ اور مغضوب علیھم کی حالت تب پیدا ہو سکتی ہے کہ مریض مر گیا تو ڈاکٹر کے لئے ناکامی و بدنامی کا باعث ہو جاتا ہے اور میت کے عزیز و اقارب کے لئے وہ دن ناقابل تلافی نقصان کا اور غم و حزن کا دن بن جاتا ہے۔ اور ولا الضالین تب ہوا کہ مریض مرا تو نہیں مگر مکمل طور پر صحت یاب بھی نہیں ہوا۔

ویسے بھی ہر انسان کے لئے ہر آن ایسے موقعے آتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ ایک تاجر جو جب کوئی سودا کرنے لگتا ہے، یا والدین جو یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی لڑکی کسی جگہ شادی کریں یا نہ کریں، یا سفر درپیش ہو تو سوال ہوتا ہے کہ انسان اس سفر پر جائے یا نہ جائے وغیرہ وغیرہ تو ایسے موقعوں پر اگر ایسے موقعہ کو **یوم الدین** کے ماتحت لے کر انسان **صراط مستقیم** کی دعا کرے کہ جس راستہ میں بہتری ہو ہمیں اس کی طرف راہنمائی کر اور غلط فیصلوں سے بچا تو سورۃ فاتحہ زندگی کے ہر موقع پر کام آتی ہے۔ مگر سورۃ فاتحہ کی زندگی کے ہر موقعہ پر کام آنے کے معنوں میں پڑ کر یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کے بہترین معنی انسان کی روحانی اور اخلاقی راہنمائی کی دعا ہے کیونکہ **اھدنا الصراط المستقیم** میں جب ہدایت کے لئے دعا ہے اس کے جواب میں آتا ہے **الم ذالک الکتب لاریب فیه هدی للمتقین** کہ جس ہدایت کو تم نے مانگا تھا اس کے لئے یہ کتاب دی جاتی ہے اس سے سورۃ فاتحہ کی عظمت کا اندازہ لگایئے کہ سارا قرآن اس کا جواب ہے۔

الغرض جس طرح سے بھی غور کرو رسول اللہ صلعم کا فرمانا صحیح تھا کہ مجھے دو چیزیں دی گئی ہیں جو کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک تو سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ کا آخری رکوع۔ میں نے مختصراً ہی سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ہے ورنہ ایک علم اور معرفت کا سمندر ہے جس کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں۔ **فسبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم.**

☆☆☆☆

وقت ہے وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت

تحریراز: منیبہ آفتاب

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں یہ جاننا ہے کہ مسیحا کون ہوتا ہے؟ مسیحا ایک ڈاکٹر کا نام ہے، ایک حکیم کا نام ہے، مسیحا بگڑی روحوں کو تندرستی دینے والے کا نام ہے؟

اس وقت دیکھنا یہ ہے کہ مسیحا کی کیوں ضرورت ہے؟ کیا دنیا کے حالات اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ روحوں کے زخم بھرنے سے نہیں بھر رہے۔ اور روحیں تڑپ رہی ہیں۔ انسان نے انسان کو مارنا، قتل کرنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ یہ بات صرف پاکستان میں ہی نہیں ہے، مسلمانوں میں ہی نہیں ہے، عیسائیوں میں ہی نہیں ہے، یہودیوں میں ہی نہیں ہے، سکھوں اور ہندوؤں میں ہی نہیں ہے یہ وہ آگ ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

طاقت ور قوموں نے کمزوروں کو روند ڈالا ہے۔ کیا عراق میں خطرناک Prohibited ہتھیاروں کا استعمال نہیں ہو رہا؟ کیا نیٹو کی فوجیں افغانستان میں انسانوں کا قتل عام نہیں کر رہیں؟ کیا ۔۔ کی منڈیاں ساری دنیا سے ہوتی ہوئیں مسلمان ملکوں میں نہیں پہنچ گئی ہیں؟

حق کے داعی، امن کے مبلغ، اسلام کے سنہرے مذہب کو ماننے والے مسلمان ان کی کیا حالت ہے۔ کیا مسلمان ملکوں میں رشوت ستانی عام نہیں؟ کیا ذخیرہ اندوزی اور شراب نوشی عام نہیں۔ کیا مسلمان، مسلمان کو جسمانی و روحانی طور پر قتل نہیں کر رہا؟ کیا مسجدوں میں بم نہیں بلاسٹ ہو رہے؟ کیا تکفیر بازی سب پر بازی نہیں لے گئی؟ کیا قادیانیوں نے ایک پاک روح والے امام، جس کو رسول خدا نے سلام بھیجا، غلو سے نبی بنا کر کفر سازی نہیں کی؟ کیا خاتم النبیین کی سیرت کو پاؤں تلے نہیں روندا؟

قرآن کہتا ہے: ”خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا۔ اس سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا کہ انہیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انہوں نے کیا شاید وہ رجوع کریں“۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت کی صداقت آسمان کی بلندیوں، پانی کی گہرائیوں اور زمین کے اوپر لکھی ہوئی موجود ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلعم سے پہلے کا زمانہ کا نقشہ اللہ نے کھینچا ہے۔ اس وقت بھی پوری دنیا کیا روم، کیا ایران، کیا عرب اور کیا یورپ سب فساد میں پڑے ہوئے تھے اور پھر وہ مسیحا آیا جس پر دو جہاں کی ساری رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

دوستو اک نظر خدا کے لئے
سید الخلق مصطفیٰ کے لئے

اس پر خدا نے اپنی روح نازل کی اور 23 سال کے مختصر عرصہ میں عرب اور 50 سال کے تھوڑے عرصے میں ایشیاء تک امن کا مذہب اسلام پھیل گیا لیکن اب پھر دنیا خدا سے دور بھاگتی جا رہی ہے۔ دہریت کے ظالم پنجے ایک دفعہ پھر دنیا کو دبوچنے کے لئے تیار ہیں۔

وقت ال می گوید۔ وقت ال می گوید

آسمان کی طرف نظریں اٹھی ہوئی ہیں کہ کوئی مسیحا آئے ٹوٹی ہوئی روحوں، تڑپتی ہوئی انسانیت اور جڑوں سے اکھڑی ہوئی ایمانیت کی پھر آبیاری کرے۔ لیکن یہ یاد رکھیے کہ اس وقت کا مسیحا مرزا غلام احمد ہے۔ اس وقت کا امام مرزا غلام احمد ہے، اس وقت کا مہدی مرزا غلام احمد ہے اور یہ ضرور جانئے کہ یہ امام امام اعظم ہے۔ اب بھی مسیحا کی ضرورت ضرور ہے۔ اب بھی مسیحا کا وقت ضرور ہے، اب بھی مسیحا کو آنا چاہیے لیکن وہ کسی نئے رنگ، نئی طرز نئے ڈیزائن کا جھنڈا لے کر نہیں آئے گا۔

وہ خاک پائے احمد پہ نثار غلام احمد کے فیض سے فیض یافتہ ہوتے ہوئے آئے گا اور اللہ کے حکم سے ہی آئے گا اور دنیا کو دکھا دے گا کہ وہ خدا کا مامور ہے۔ وہ اس وقت کا مسیحا ہے۔

یہ بات ضرور یاد رکھئے کہ ہم چند ہزار لوگ اس مسیح موعود کے پیروکار ہیں۔ ہمارے لئے اس نئے مسیحا کا آنا ابتلا نہ بن جائے یا تو ہم اس کے مخالف نہ ہوں یا پھر اس کو پہچان نہ سکیں۔ آئیں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مسیحا بھیجے اور ہمیں اسے پہچاننے، اسے ماننے اور اس سے فیض یاب ہونے کی توفیق دے۔ شعر موزوں کیا ہے نئے مسیح کے لئے

وقت ہے وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

پیاسی زندگی کو شاداب بنانے کیلئے چند روحانی پیغامات

انگریزی سے ترجمہ: نصرت مبارک صاحبہ

دوسروں تک روشنی اور زندگی پہنچانا

جیسے سورج اپنی روشنی اور دھوپ سے زندگی بخشتا ہے ایسے ہی نیک فطرت انسانوں کو اپنی روشنی سے دوسروں کو جہالت ، ناپاکی اور ملحد ہونے سے بچانا چاہیے۔ انہیں اپنی سعید فطرت سے کم تر لوگوں کو ہوشیار کرنا، حوصلہ دینا اور دنیا سے برائیاں ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہم میں سے بہت سے اپنے اندر یہ روشنی نہیں رکھتے۔ ہمیں یہ نُور ان لوگوں سے حاصل کرنا چاہیے جو خدا کے فرستادہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اکثر اسی وقت جلوہ گر ہوتے ہیں۔ جب دنیا کے افق پر بدی کا اندھیرا ہر طرف پھیلا ہوتا ہے۔ جب وہ روشنی کے مینار جن کو خدا خود نور بخشتا ہے اس جہاں سے پردہ کر لیتے ہیں تو پھر ہمیں چاہیے کہ ان کے سچے پیغامات کو پھیلائیں جیسے چاند رات ہونے پر سورج سے روشنی حاصل کر کے چمکتا ہے۔ جیسے جب دن چڑھتا تو لوگ نیند سے بیدار ہو کر سستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کاج کے لئے چست ہونا شروع ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو دیگر لوگوں میں دن کی روشنی کی طرح عمل کی روح پھونکنی چاہیے۔ اور ان کو پریشان حالی ، خوف اور ناامیدی سے نجات دلانی چاہیے۔ جب وہ تھکے ہوئے درماندہ ہوں تو جیسے رات اپنی بانہوں میں لے کر نیند اور سکون بخشتی ہے۔ اپنے موثر اعمال سے لوگوں کی تھکاوٹ اور پریشانیوں کو دور کر کے ان میں ایک نئی روح پھونکنی چاہیے تا کہ وہ دوبارہ اچھے اعمال کے لئے سرگرم ہو جائیں۔ (ماخذ ''اسلام کا پیغام۔ خواجہ کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ)

☆☆☆☆

اچھے کام

اچھے کام کرنے والا پختہ ایمان کا مالک ہوتا ہے۔ جو لوگ کسی سے اچھے سلوک نہیں کرتے نہ صرف یہ کہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ ان کا اندر کا روحانی پودا سوکھ چکا ہوتا ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ کیے گئے نیک کام ایسے پھل ہیں جو سرسبز و شاداب درخت پر ہی لگتے ہیں۔

قرآن میں نیک کام کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور مسلمان کو حکم ہے کہ جس قدر ہو سکے مخلوق کے ساتھ بھلائی کرے اور جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں ہم ان کو باغوں میں داخل کریں گے جہاں خوشگوار پانی کی نہریں بہتی ہیں۔ وہ سدا انہی میں رہیں گے۔ (4:122)

اور جو کوئی اللہ کا فرمانبردار ہے اور لوگوں سے بھلائی کرتا ہے وہ ایک مضبوط حصار میں ہے۔ (31:22)

اور وہ متقی کو جواب دیتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور جو بھلے کام کرتا ہے۔ ان کو اپنی جناب سے اور بھی زیادہ دیتا ہے۔ مگر کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔ (42:26)

اور میرے بندوں سے کہہ دو اللہ نے جو فرائض تمہارے ذمہ لگائے ہیں ان کو پورا کرو۔ جو بھلائی وہ اس دنیا میں کرے گا اس کا بھلا بدلہ پائے گا (خدا کے پاس)۔ (39:10)

دولت ، مال ، اولاد اس دنیا کی زینت ہیں۔ مگر ہمیشہ رہنے والے بھلے کام خدا کی نظر میں بہتر صلہ رکھتے ہیں۔ جس کے لئے پر اُمید رہنا چاہیے۔ (18:46)

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور، حامد رحمٰن

بچوں کا صفحہ

خوبصورت بنیئے

اکثر لڑکے لڑکیوں کو خوبصورت بننے کا بہت شوق ہوتا ہے۔اس کے لئے وہ قیمتی کریمیں، خوشبویات اور شیمپو وغیرہ استعمال کرتے ہیں لیکن پھر بھی خوبصورت بننے میں ناکام رہتے ہیں۔

عمدہ اور قیمتی لباس پہننا کوئی ذاتی خوبی نہیں۔لباس اگر مہنگا ہے تو یہ والدین کی خوبی ہوئی جنہوں نے پیسے خرچ کر آپ کو قیمتی کپڑا خرید دیا۔سلائی یا دھلائی اچھی ہونے سے تعریف کا مستحق درزی اور دھوبی ہوا۔ پہننے والے کی اس میں کوئی خوبی نہیں۔اگر ناک نقشہ اچھا ہے تو قدرت کا شکریہ جس نے آپ کو یہ چیزیں دیں۔آپ کی خوبصورتی آپ کی ذاتی خوبیاں ہیں جو آپ کوشش سے حاصل کرتے ہیں۔صحت سے خوبصورتی حاصل ہوتی ہے۔اس کے لئے کوشش کریں۔ غذا اور ورزش کا خیال رکھیں۔اور اصل چیز ہے نیکی۔نیک دل انسان کا چہرہ خود بخود خوبصورت ہوجاتا ہے۔نرم آواز، تہذیب، حلیمی، مخلوق سے مہربانی یہ باتیں انسان کو خوبصورت بناتی ہیں۔خیالات اور اعمال کا گہرا اثر ظاہری شخصیت پر پڑتا ہے۔ چہرہ دل کا آئینہ ہے۔اگر دل میں بُرے خیالات، نفرت، حسد، غصہ اور اسی طرح کے منفی جذبات پرورش پاتے رہیں گے تو ان کا لازمی اثر آہستہ آہستہ چہرے پر بھی آجائے گا۔خوبصورتی کی ابتدا دل سے شروع ہوتی ہے۔اعلیٰ خیالات کو پروان چڑھائیں پھر دیکھیں آپ کی شخصیت کس طرح نکھرتی ہے۔

اس لئے اگر آپ خوبصورت بننا چاہتے ہیں تو دو باتیں یاد رکھیں:

صحت اچھی بنائیں

اخلاق اچھا بنائیں

اگر آپ میں یہ دونوں خوبیاں پیدا ہوگئیں یعنی اچھی صحت اور عمدہ اخلاق پھر آپ کی شخصیت خود بخود نکھر جائے گی۔پھر خواہ رنگ کالا یا قد ٹھگنا ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کے اندر حُسن پیدا ہوجائے گا کیونکہ حُسن صرف گورے رنگ یا خوبصورت نقش کا نام نہیں بلکہ چہرے کی نرمی اور لہجہ کی شیرینی کا نام بھی ہے۔شرافت اور نیکی کا نام بھی ہے۔تہذیب اور انسانیت کا نام بھی ہے۔غرضیکہ وہ تمام اچھے کام جو آسمانی صحائف اور نیک لوگ سکھاتے ہیں خوبصورتی کا خزانہ ہیں۔

(انتخاب: اچھے پاکستانی بچے)

کام کی باتیں

☆ سوسائٹی میں آپ کی پوزیشن وہی ہے جس کا اظہار لوگ آپ کی غیر موجودگی میں کرتے ہیں۔

☆ ہم اپنے ملنے جلنے والوں سے خوبیوں کی نسبت برائیاں زیادہ اخذ کرتے ہیں۔

☆ گناہ کرنے والے سے میل جول رکھنا گناہ پر راضی ہونا ہے اور گناہ پر راضی ہونا گناہ کرنے کے برابر ہے۔

☆ بُروں کی صحبت سے بچے رہو۔کیونکہ برائی برائی سے جلد مل جاتی ہے۔

درخواست دعا

دارالسلام

محترم خرم جمیل صاحب جو کہ کافی عرصہ سے بیمار ہیں اور ہسپتال میں بھی داخل ہیں۔ان کے اہل خانہ کی احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ ان کے لئے خصوصی طور پر اپنی نمازوں میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت یاب کرے۔

☆☆☆☆

احمدیت کیا ہے؟

ازجناب خواجہ غلام نبی صاحب

احمدیت ہے سراپا نور ایمان و یقیں
احمدیت ہے جہاں میں اک نہالِ انگبیں

احمدیت بت شکن ہے فاتح دجال ہے
احمدیت دولتِ قرآں سے مالا مال ہے

احمدیت رونقِ دینِ محمدؐ مصطفیٰ
احمدیت ہے بہارِ گلشنِ راہ ہدیٰ

احمدیت ساری دنیا کے لئے پیغامِ حق
احمدیت نے کیا روشن جہاں میں نامِ حق

احمدی ہے شرِ شیطان کو مٹانے کے لئے
احمدی ہے شمع یزداں کو جلانے کے لئے

احمدی کا سر خدا کے آستانے کے لئے
احمدی کا دِل نبی سے لو لگانے کے لئے

احمدی جیتا ہے شانِ مصطفیٰ کے واسطے
احمدی مرتا ہے اپنے دلربا کے واسطے

احمدی میں دردِ ملّت بھر دیا ہے کوٹ کر
احمدی یہ دولتیں سب لے گیا ہے لوٹ کر

ہو کے مسلم احمدیت سے رکھے بغض وعناد
رحم کر اس شخص کی حالت پہ یا رب العباد

دین کی خاطر

از: اعظم علویؔ

ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کردیں گے
اسلام کی شان و شوکت سے ہر شخص کو حیراں کر دیں گے
باطل کو تکبیروں سے اک پل میں لرزاں کر دیں گے
ہم خود بھی پریشاں خاطر ہیں ہر دل کو پریشاں کر دیں گے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دیں گے

دنیا کی زبانیں سیکھ کے ہم قرآں کی کریں گے تفسیریں
دکھلائیں گے اہل دنیا کو اسلام کی اصلی تصویریں
جب کوہ دشت و صحرا میں گونجیں گی ہماری تکبیریں
اس شمعِ ہدیٰ کی برکت سے ہر دل کو فروزاں کر دیں گے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کوقرباں کر دیں گے

اک جامِ وحدت بھیجیں گے مغرب کے رہنے والوں کو
پیغامِ اخوت بھیجیں گے مغرب کے رہنے والوں کو
اک نورِ ہدایت بھیجیں گے مغرب کے رہنے والوں کو
ہر رنگ میں ہر صورت میں گھر گھر قرآں کر دیں گے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دیں گے

ہم میٹھی نیند اڑا دیں گے غفلت میں سونے والوں کی
ہم پھر سے ہمت باندھیں گے منزل کے کھونے والوں کی
ہر مشکل آساں کردیں گے قسمت پہ رونے والوں کی
ہم ایسے نغمے چھیڑیں گے ہر درد کا درماں کر دیں گے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دیں گے